نشان زدہ نقش اس بیان میں کہ خون کس حال میں ناقضِ وضو ہے

اَلطِّرازُ الْمُعْلَمُ فیما ھو حدث من احوال الدم

۱۳۲۴ھ

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین و ملّت، امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ اللہ

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

Alahazrat Network

رسالہ

الطِّرازُ المُعلَمُ فیما ھو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴

(نشان زدہ نقش اس بیان میں کہ خُون کس حال میں ناقضِ وضو ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۸: دوم ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر خون چھلکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائیگا یا نہیں، اور اگر کپڑا اس خون پر بار بار مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدرِ درم سے زائد ہوگیا تو ناپاک ہوگا یا نہیں؛ اور اگر خارش وغیرہ کے دانوں پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اس سے کپڑا اُسی طرح بھرا تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ شھد بھا لحمی تمام تعریف خدائے یکتا کےلئے ہے میرے گوشت و

ف: مسئلہ خون چھلکنے، ابھرنے، بہنے کے فرق و احکام۔

دمی والصلوٰۃ والسلام علی الطیب الطاھر النبی الامی وآلہ وصحبہ وسائرحزبہ ومن فی سبیلہ اُدمی او دمی۔

خون نے اس کی شہادت دی۔ اور درود وسلام ہو طیب وطاہر نبی اُمّی پر، اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ساری جماعت، اور ہر اُس شخص پر جس نے اُن کی راہ میں خون بہایا یا خود اس کا خون بہا۔ (ت)

یہاں تین[۳] صورتیں ہیں:

اوّل چھلکنا یعنی خون ریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلاً تجاوز نہ کیا بلکہ اس پر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا جس کے سبب وُہ شے اپنی جگہ نظر آنے لگی، پھر اگر وہ کسی چیز[ف۱] سے مَس ہوکر اس میں لگ آئی مثلاً خون چھلکا اسے انگلی سے چھُوا انگلی پر اس کا داغ آگیا یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی ان اشیاء پر خون کی رنگت محسوس ہُوئی یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سرخی لگ آئی اور ان سب صورتوں میں اُس ملنے والی شے پر اثر آجانے سے زیادہ خود اُس خون کو حرکت نہ ہوئی تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس میں آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی اور اسی حکم میں داخل[ف۲] ہے یہ کہ دانہ آبلہ بدن کی سطح سے اُبھار رکھتا ہو خون و ریم اس کے باطن سے تجاوز کرکے اس کے منہ پر رہ جائے مُنہ سے اصلاً تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں اپنی ہی جگہ پر گنے جائیں گے اگرچہ آبلے کے جرم میں حرکت کریں، یہ صورت بالاجماع ناقضِ وضو نہیں، نہ اس خون و ریم کے لئے حکمِ ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح و معتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں، ولہذا[ف۳] اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے منہ پر جو چپک پیدا ہوتی ہے جس میں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی اگر دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں رہے گی اُس چپک سے

ف۱: مسائل خون چھلکا انگلی سے چھُوا اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت مانجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا کوئی چیز دانت سے کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سرخی آگئی مگر وُہ خون آپ جگہ سے ہٹنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائے گا اور وہ خون بھی پاک ہے۔

ف۲: مسئلہ خون یا ریم آبلے کے اندر سے بہہ کر آبلے کے منہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائیگا۔

ف۳: خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چپک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہُوا نہ وضو گیا۔

سارا کپڑا ابھر گیا ناپاک نہ ہوگا یہی حالت [ف۱] خون کی ہے جب کہ اُس میں قوتِ سیلان نہ ہو یعنی ظن غالب سے معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اس کا راستہ کُھلا رہتا جب بھی وُہ باہر نہ آتا اپنی جگہ ہی پر رہتا ہاں اگر حالت [ف۲] یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا ہے اور کپڑا الگ لگ کر اُسے اپنے میں لے لیتا ہے تجاوز نہیں کرنے دیتا یہاں تک کہ جتنا خون قاصد سیلان تھا وہ اس کپڑے ہی میں لگ لگ کر کھچ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہے گا اور قدر درم سے زائد ہوا تو کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا کہ صورت واقع میں بہنے کی تھی کپڑے کے لگنے نے اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوم ابھرنا [ف۳] کہ خون و ریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے منہ سے اوپر ایک بولے کی صورت ہو کر رہ گیا کہ اس کا جرم سطح جسم و آبلہ سے اوپر ہے مگر نہ وہاں سے ڈھلکا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہ گئی آگے نہ ڈھلکی، اسی قسم کی اور صورتیں، ان میں بھی ہمارے علماء کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی، اور اسی [ف۴] حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم اُبھرا اور فی الحال اس میں قوتِ سیلان نہیں آئی کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے میں پھر اُبھرا اور صاف کر دیا، یونہی مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی، ہاں جلسہ واحدہ میں ایسا ہُوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوا گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے، یونہی [ف۵] اگر خون اُبھرا اور اُس پر مٹی وغیرہ ڈال دی پھر اُبھرا پھر ڈالی اسی طرح کیا تو وضو نہ رہے گا جب کہ ایک

ف۱: **مسئلہ** یہی حکم چھنکے ہُوئے خون کا ہے کہ نہ اس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط۔

ف۲: **مسئلہ** خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور درم بھر سے زائد ہو تو کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔

ف۳: **مسئلہ** سُوئی چُبھ کر خواہ کسی طرح خون کی بُوند اُبھری اور ببولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں تو فتوٰی اس پر ہے کہ وُہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔

ف۴: خُون یا ریم اُبھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اُسے کپڑے سے پونچھ لیا دیر دیر کے بعد بار بار ایسا ہی ہوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا، ہاں اگر ایک ہی جلسے میں بار بار اُبھرا اور پونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو سب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے۔

ف۵: خون ابھرا اس پر مٹی ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا اُبھرا کہ مل کر بہہ جاتا۔

جلسے میں بقدرِ سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہے اگرچہ عارض کے سبب صرف اُبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسے میں اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اس کا مدار ٹھیک اندازے اور غلبۂ ظن پر ہے۔

سوم بہنا کہ اُبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہٖ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صورتیں اوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقضِ وضو ہے اور کپڑا قدرِ درم سے زائد بھرے تو ناپاک، ہاں وہ بہنا کہ صرف باطن بدن میں ہو ناقض نہیں کہ باطن انسان میں تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھوں کے ڈھیلے بھی شرعاً باطن بدن میں داخل ہیں ولہذا وضو و غسل کسی میں یہاں تک کہ حقیقی نجاست سے بھی ان کے دھونے کا حکم نہ ہوا تو اگر آنکھ کے بالائی حصے میں کوئی دانہ پھوٹا اور خون و ریم اس کے زیریں حصے تک بہہ کر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائے گا اور حسبِ قاعدۂ معلومہ جب وہ حدث نہیں تو نجس بھی نہیں پس اگر کپڑے سے اسے پونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی میں گرا ناپاک نہ ہوگا اور ناک کے سخت بانسے میں اختلاف ہے کہ اگر خون دماغ سے اتر کر اُس میں بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو نقضِ وضو نہ ہوگا یا نہیں، مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً باطن بدن میں داخل ہے، ولہذا وضو و غسل کسی میں اس کا دھونا واجب نہیں اور انسب یہ ہے کہ وضو کرلے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہیں وضو و غسل دونوں میں سنّت تو ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الٰی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم	غیر سبیلین میں خروج یہ ہے کہ نجاست تطہیر کی جگہ تک تجاوز کر جائے۔ تو اگر آنکھ کے اندر کوئی زخم ہے جس سے خون نکل کر آنکھ ہی میں

ف۱: مسئلہ ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خون ابھرا یہ جمع ہو کر بہہ جاتا یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔

ف۲: مسئلہ ناپاک سُرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے۔

ف۳: مسئلہ خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اُسے کپڑے سے پونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

ف۴: مسئلہ ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا۔

فسال الی الجانب الاٰخر منها لا ینقض
لانه لا یلحقه حکم هو وجوب التطهیر
او ندبه بخلاف ما لو نزل من الراس
الی ما لان من الانف لانه یجب غسله
فی الجنابة ومن النجاسة فینقض
ف ولو ربط الجرح فنفذت البلة الی
طاق لا الی الخارج نقض ویجب
ان یکون معناه اذا کان بحیث
لولا الربط سال لان القمیص لو
تردد علی الجرح فابتل لا ینجس
ما لم یکن کذٰلك لانه لیس
بحدث، ولو اخذه من رأس
الجرح قبل ان یسیل مرة
فمرة ان کان بحال لو ترکه سال
نقض والا لا وفی المحیط حد
السیلان ان یعلو وینحدر عن ابی یوسف
وعن محمد اذا انتفخ علی
رأس الجرح وصار اکبر من
رأسه نقض والصحیح
لا ینقض، وفی الدرایة جعل قول محمد
اصح ومختار السرخسی الاول وهو اولی و
فی مبسوط شیخ الاسلام تورم

دوسری جانب کو بہہ گیا تو وہ ناقضِ وضو نہیں اس لئے
کہ اسے تطہیر کے وجوب یا استحباب کا کوئی حکم
لاحق نہیں ہوتا۔۔ بخلاف اس کے جو سر سے
اتر کر ناک کے نرم بانسے تک آگیا ہو اس لئے
کہ غسل جنابت میں اور نجاست لگنے سے اس حصہ
کو دھونا واجب ہوتا ہے تو وہ خون ناقضِ وضو ہوگا۔
اور اگر زخم پر پٹی باندھ دی تو تری پٹی کی تہہ تک
نفوذ کر آئی باہر نہ نکلی تو بھی وضو جاتا رہا۔۔ ضروری
ہے کہ اس کا معنٰی یہ ہو کہ ایسی صورت رہی ہو کہ
اگر بندش نہ ہوتی تو خون بہہ جاتا اس لئے کہ کرتا اگر
زخم پر بار بار لگ کر تر ہوگیا تو نجس نہ ہوگا جب تک
بہنے کے قابل نہ رہا ہو کیونکہ وہ حدث نہیں۔۔
اور اگر بہنے سے پہلے اسے سرِ زخم سے بار بار لے لیا،
اگر ایسی حالت رہی ہو کہ چھوڑ دیتا تو بہہ جاتا تو وضو
ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔۔ اور محیط میں ہے کہ امام
ابو یوسف سے مروی ہے کہ بہنے کی تعریف یہ ہے
کہ اوپر جا کر نیچے ڈھلکے۔۔ اور امام محمد سے روایت
ہے کہ جب سرِ زخم پر پھول جائے اور سرِ زخم سے
بڑا ہو جائے تو وضو جاتا رہے گا اور صحیح یہ ہے
کہ نہ جائے گا۔۔ درایہ میں امام محمد کا قول اصح
قرار دیا اور سرخسی کا مختار اول ہے اور وہی اولٰی
ہے۔۔ مبسوط شیخ الاسلام میں ہے: سرِ زخم

ف: **مسئلہ** زخم پر پٹی بندھی ہے اس میں خون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی
تو بہہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹی ناپاک۔

رأس الجرح فظهر به قيح و نحوه لاينقض مالم يجاوز الورم لانه لايجب غسل موضع الورم فلم يتجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير[1]

ورم کر آیا اور اس میں پیپ وغیرہ نمودار ہوا تو وضو نہ ٹوٹے گا جب تک ورم سے تجاوز نہ کر جائے اس لئے کہ جائے ورم کو دھونا واجب نہیں ہوتا تو ایسی جگہ تجاوز نہ ہوا جسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایجب غسل مافیه حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس[2]

جس میں حرج ہے اسے دھونا واجب نہیں جیسے آنکھ، اگرچہ اس میں نجس سرمہ لگایا ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظهور وفی غیرهما عین السیلان ولو بالقوة لماقالوا لومسح الدم کلما خرج ولوترکه لسال نقض والالا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج[3]

سبیلین سے نکلنے سے مراد محض ظاہر ہونا ہے اور غیر سبیلین میں خود بہنا اگرچہ بالقوۃ ہو اس لئے کہ علمائے فرمایا ہے جب بھی خون نکلا پونچھ دیا اگر ایسا ہو کہ چھوڑ دیتا تو بہہ جاتا تو وہ ناقض ہے، ورنہ نہیں، جیسے اس صورت میں جب کہ آنکھ یا زخم یا ذکر کے اندر بہے اور باہر نہ آئے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا وضع علیه قطنة وشیئا اٰخر حتی ینشف ثم وضعه ثانیا وثالثا فانه

زخم پر روئی یا اور کوئی چیز رکھ دی تاکہ خون جذب کرے پھر دوسری، تیسری بار بھی رکھی تو جتنا

ف: مسئلہ قطرہ اترا یا خون وغیرہ ذکر کے اندر بہا جب تک اس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائے گا اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴
[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸
[3] " " " " " ۱/۲۵

يجمع جميع ما نشف فان كان بحيث لو ترکه سال نقض و انما يعرف هذا بالاجتهاد و غالب الظن و كذا لو القى عليه رمادا او ترابا ثم ظهر ثانيا فتربه ثم وثم فانه يجمع قالوا و انما يجمع اذا كان فی مجلس واحد مرة بعد اخرى فلو فی مجالس فلا تاتارخانية، و مثله فی البحر اقول و عليه فما يخرج من الجرح الذی ينز دائما و ليس فيه قوة السيلان و لكنه اذا ترك يتقوى باجتماعه و يسيل عن محله فاذا نشفه او ربطه بخرقة و صار كلما خرج منه شئ تشربته الخرقة ينظر ان كان ما تشربته الخرقة فی ذلك المجلس شيئا فشيئا بحيث لو ترك و اجتمع لسال بنفسه نقض و الا لا و لا يجمع ما فی مجلس الی مجلس اخرٰى[1]

جذب ہوا ہے سب جمع کیا جائے گا اگر یہ صورت ہو کہ چھوڑ دیتا تو بہہ جاتا تو وہ ناقضِ وضو ہے۔ اس کی معرفت اجتہاد اور غالب ظن سے ہوتی ہے۔ یُوں ہی اگر اس پر راکھ یا مٹی ڈال دی پھر دوسری بار ظاہر ہوا تو اس پر بھی مٹی ڈال دی ایسا ہی متعدد بار ہوا تو وہ سب جمع کیا جائے گا۔ علما نے فرمایا: جمع اسی وقت کیا جائے گا جب ایک مجلس میں بار بار ایسا ہوا ہو۔ اگر چند مجلسوں میں ہوا تو جمع نہ کیا جائے گا۔ تاتارخانیہ۔ اور اسی کے مثل بحر میں بھی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کے پیش نظر جو برابر رِسنے والے زخم سے نکلتا رہتا ہے، اور اس میں بہنے کی قوت نہیں لیکن ایسا ہے کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو یکجا ہو کر بہنے کی قوت پا جائے اور اپنی جگہ سے بَہہ جائے تو جب اسے جذب کرلے یا کسی پٹی سے باندھ دے اور ایسا ہو کہ جب بھی اس سے کچھ نکلے تو اسے پٹی چوس لے، دیکھا جائیگا کہ اس مجلس میں جس قدر پٹی نے بار بار چوس لیا ہے اگر ایسا ہے کہ چھوڑ دیا جاتا اور یکجا ہوتا تو خود بہہ جاتا تو وہ ناقض ہے ورنہ نہیں۔ اور ایک مجلس سے دوسری مجلس میں جو نکلا ہو وہ جمع نہ کیا جائے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

صرح فی غاية البيان بان الرواية مسطورة فی کتب اصحابنا

غایۃ البیان میں تصریح ہے کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں میں یہ روایت لکھی ہوئی ہے کہ جب

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱ و ۹۲

انہ اذا وصل الی قصبۃ الانف ینتقض وان لم یصل الی مالان خلافا لزفر وان قول الھدایۃ ینتقض اذا وصل الی مالان بیان لاتفاق اصحابنا جمیعا ای لتکون المسألۃ علی قول زفر ایضا لان عندہ لاینتقض مالم یصل الی مالان فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد[1]

خون ناک کے بانسے تک پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ نرم حصہ تک نہ پہنچے ــــ بخلاف امام زفر کے ـــ اور ہدایہ کی عبارت "وضو ٹوٹ جائے گا جب نرم حصہ تک پہنچ جائے" یہ اس صورت کا بیان ہے جس میں ہمارے تمام اصحاب کا اتفاق ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسئلہ امام زفر کے قول پر بھی ہوجائے اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ جب تک نرم حصہ تک نہ پہنچے ناقض نہیں ـــ تو یہ اس بارے میں صریح ہے کہ بانسہ سے مراد اس کا سخت حصہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ولیس ذٰلک الالکونہ یندب تطھیرہ فی الغسل ونحوہ[2]

اور وہ اسی لئے ہے کہ غسل وغیرہ میں اس کی تطہیر مندوب ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قالوا ولاینقض ماظھر من موضعہ ولم یرتق کالنفطۃ اذا قشرت ولا ما ارتقی عن موضعہ ولم یسیل کالدم المرتقی من مغرز الابرۃ والحاصل فی الخلال من الاسنان وفی الخبز من العض وفی الاصبع من ادخالہ فی الانف[3]

علماء نے فرمایا: وہ خون ناقض نہیں جو اپنی جگہ سے ظاہر ہوا اور اوپر نہ چڑھا جیسے آبلہ، جب اس کا پوست ہٹادیا جائے اور وہ بھی ناقض نہیں جو اوپر چڑھ گیا اور بہا نہیں جیسے سوئی چبھونے کی جگہ سے چڑھنے والا خون، اور وہ بھی نہیں جو خلال میں دانتوں سے، اور روٹی میں دانت لگانے سے، اور انگلی میں اسے ناک کے اندر ڈالنے سے لگ جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱

[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲

[3] " " " " ۱/ ۳۳

اسی طرح جامع الرموز میں محیط سے ہے۔ عالمگیری میں ہے:

المتوضیٔ اذا عض شیئا فوجد فیہ اثرالدم او استاك بسواك فوجد فیه اثر الدم لاینتقض مالم یعرف السیلان کما فی الظهیریة[1]۔

باوضو نے کسی چیز کو دانت سے کاٹا تو اس چیز میں خون کا نشان لگ گیا یا کسی مسواک سے دانت صاف کیا تو اس میں خون کا اثر دیکھا تو یہ ناقض نہیں جب تک کہ بہنے کا علم نہ ہو۔ ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔(ت)

تنبیهات عدیدة جلیلة مفیدة

متعدد تنبیہاتِ جلیلہ و مفیدہ

الاوّل یقول العبد الضعیف لطف به المولی اللطیف لقد احسن المحقق البحر صاحب البحر فیما نقلنا عنه انفا فی مسئلة الخلال والخبز اذ جزم بهذا المصرح به المنصوص علیه من غیر واحد من المشائخ العظام ولم یرکن الی ما یوهمه ظاهر ما فی التبیین حیث قال ذکر الامام علاء الدین ان من اکل خبزا و رأی اثر الدم فیه من اصول اسنانه ینبغی ان یضع اصبعه او طرف کمه

تنبیہ اوّل بندۂ ضعیف، مولائے لطیف اس پر لطف فرمائے، کہتا ہے: صاحبِ بحر سے خلال اور روٹی کا مسئلہ جو ابھی ہم نے نقل کیا اس میں انھوں نے بہت خوب کیا کہ اِس تصریح شدہ حکم پر جزم کیا جس پر متعدد مشائخ عظام سے نص موجود ہے اور اس وہم کی طرف مائل نہ ہوئے جو تبیین الحقائق کی ظاہر عبارت سے پیدا ہوتا ہے، تبیین میں لکھا ہے: امام علاء الدین نے ذکر کیا کہ جو روٹی کھا رہا تھا اور اس میں خون کا اثر دیکھا جو اس کے دانتوں کی جڑ سے اس میں لگ آیا تو اسے چاہئے کہ اپنی انگلی یا آستین کا کنارہ

ف: مسئلہ فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوت مظنون نہ ہو۔

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

علیٰ ذٰلک الموضع فان وجد فیہ اثر الدم انتقض وضوؤہ والافلا اھ۔[1]

ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ۔

اقول لوکان ظہور اثر الدم علی شیئ بالاتصال ناقضا مطلقا فلم لم ینتقض حین رأی الدم علی الخبز اوّلا بل الواجب ان تکون فی نفسہ قوۃ التجاوز من محلہ لا ان یمسہ شیئ فیلتصق بہ وھذا اظھر من ان یظھر ولعلہ ھو المقصود ای یجرب ھل ھو سائل امکان بادیا وانتقل الی الخبز بالمساس۔

ولعل ظانا یظن ان البادی لقلتہ وعدم مددہ ینتشف بالمساس الاول فاذا وضع الاصبع اوالکم وظھر فیہ

اس جگہ رکھ کر دیکھے اگر اُس میں بھی خون کا اثر ہے تو اب اُس کا وضو ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں اھ (ت)

میں نے دیکھا کہ تبیین کے اس مقام پر میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

اقول اگر کسی چیز کے مس ہونے کی وجہ سے اس پر خون کا اثر دکھائی دینا مطلقاً ناقضِ وضو ہے تو پہلی بار روٹی پر خون کا اثر دیکھنے ہی کے وقت وضو کیوں نہ ٹوٹا ـــــــ

دراصل یہ بات نہیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ خون میں بذاتِ خود اپنی جگہ سے تجاوز کرنے کی قوت ہو، نہ یہ کہ کوئی چیز مس ہونے سے خون اس پر چپک جائے ـــ یہ اتنا زیادہ ظاہر ہے کہ اظہار سے بے نیاز ہے ـــ شاید قول مذکور کا مقصود بھی یہی ہے یعنی یہ کہ جانچ کرے کہ وہ لگنے والا خون بہنے والا ہے یا صرف بادی (دکھائی دینے والا) تھا۔ اور مس ہونے کی وجہ سے روٹی پر لگ آیا۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ محض دکھائی دینے والا خون، کم ہونے اور اندر سے اضافہ نہ ملنے کے باعث پہلی بار مس ہونے سے ہی خشک ہو جائے گا پھر جب اُنگلی یا آستین رکھی اور

ف: تطفل۵ علی الامام الزیلعی۔

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۸ و ۴۹

ظهرت له مددا فلا یکون بادیا بل خارجا۔

اقول ولیس بشیئ وکفی بالمشاھدۃ ردا علیہ وقد تقدم عن الفتح ان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن بحیث لو ترك سال لانہ لیس بحدث اھ ماکتبت۔

ثم رأیت وللہ الحمد انہ جنح فی الحلیۃ الی تاویلہ بما ذکرت وھذا لفظہ الشریف م ولو عض شیئا فرأی علیہ اثر الدم فلا وضوء علیہ[2] ش وکذا لو خلل اسنانہ فرأی الدم علی رأس الخلال لاوضوء علیہ لانہ لیس بدم سائل ذکرہ قاضی خان وغیرہ[3] م وقال بعض المشائخ ینبغی ان

اس میں بھی ظاہر ہوا تو پتہ چل گیا کہ اس میں اندر سے اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے وہ بادی نہیں بلکہ خارج ہے۔

اقول یہ خیال کچھ بھی نہیں، مشاہدہ اس کی تردید کے لئے کافی ہے، اور فتح القدیر کے حوالے سے یہ صراحت بھی گزر چکی ہے کہ، اگر کُرتا زخم پر بار بار لگ کر تر ہوگیا تو نجس نہ ہوگا جب کہ خون اس قابل نہ رہا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا کیونکہ وہ (صرف لگ جانے والا خون) حدث نہیں اھ، میرا حاشیہ ختم۔

پھر میں نے دیکھا کہ صاحبِ حلیہ بھی اسی تاویل کی جانب مائل ہیں جو میں نے ذکر کی — وللہ الحمد — ان کے الفاظ کریمہ یہ ہیں: (م کے بعد متن منیہ کی عبارت ہے اور ش کے بعد شرح حلیہ کی عبارت ۱۲ م) م: اگر کوئی چیز دانت سے کاٹی پھر اس پر خون کا اثر دیکھا تو اس پر وضو نہیں۔ ش: اسی طرح اگر دانتوں میں خلال کیا پھر سرِ خلال پر خون نظر آیا تو اس پر وضو نہیں کیونکہ یہ بہنے والا خون نہیں۔ یہ امام قاضی خاں وغیرہ نے ذکر کیا۔ م: اور مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اس

---

[1] حواشی لامام احمد رضا علی تبیین الحقائق

[2] منیۃ المصلی کتاب الطہارۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

يضع كمه او اصبعه فی ذلك المكان ان وجد الدم فيه ينتقض والا فلا۔[1] ش هذا هو الشيخ الامام علاء الدين كما فی الذخيرة وغيرها والاحسن لا ينقض مالم يعرف السيلان كما فی الفتاوی الظهيرية والظاهر انه مراد الكل ومن ثم قال فی خزانة الفتاوی عض علی شیٔ واصابه دم من بين اسنانه او اصاب الخلال ان كان بحيث لو ترك لا يسيل لا ينقض اھ۔[2]

جگہ آستین یا انگلی رکھ کر دیکھنا چاہئے اگر اس میں بھی خون پائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ۔ ش : یہ بزرگ شیخ امام علاء الدین ہیں جیسا کہ ذخیرہ وغیرہا میں بتایا ہے۔ اور احسن ۔ جیسا کہ فتاوٰی ظہیریہ میں کہا ۔ یہی ہے کہ جب تک سائل ہونے کا علم نہ ہو ناقض نہیں ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ مقصود سب کا یہی ہے ۔ اسی لئے خزانۃ المفتین میں کہا : کوئی چیز دانت سے کاٹی اس پر دانتوں کے درمیان سے خون لگ گیا ، یا خلال پر خون لگ گیا اگر وہ اس قابل تھا کہ چھوڑ دیا جاتا تو نہ بہتا تب وہ ناقض نہیں اھ ۔

فالحمد لله علی كشف الغمة ثم راجعت الغنية فرأيت ان الترجی الأخر الذی ترجيت بقولی ولعل ظانا يظن قد وقع فانه رحمه الله تعالٰی قال بعد قول بعض المشائخ "وهذا هو الاحوط لانه اذا رأی الاثر يجب عليه ان يتعرف هل ذلك عن شیٔ سائل بنفسه ام لا فاذا ظهر ثانيا علی كمه او اصبعه غلب علی

تو اس مشکل کے دُور ہونے پر خدا کا شکر ہے ۔ پھر میں نے غنیہ کی مراجعت کی تو دیکھا کہ وہ لعد والی توقع جس کا اظہار میں نے "شاید کسی کو خیال ہو" سے کیا تھا واقع ہو چکی ہے ، کیونکہ صاحبِ غنیہ نے اس میں بعض مشائخ کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے : اور یہی احوط ہے یعنی اس میں زیادہ احتیاط ہے کیونکہ جب اس نے خون کا اثر دیکھ لیا تو اس پر یہ دریافت واجب ہے کہ وہ از خود بہنے والے خون کا اثر ہے یا ایسا نہیں ۔ پھر جب اس کی آستین یا

---

[1] منیۃ المصلی کتاب الطہارۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الظن کونه سائلا والا فلا وفی الحاوی سئل ابرهیم عن الدم اذا خرج من بین الاسنان فقال ان کان موضعه معلوما وسال نقض وھو نجس وان لم یعلم وخرج مع البزاق فانه ینظر الی الغالب اھ[1]۔

انگلی پر دوسری بار بھی وہ اثر نظر آیا تو غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ وُہ بہنے والا ہے، ورنہ نہیں۔

اور حاوی میں لکھا ہے کہ شیخ ابراہیم سے اس خون سے متعلق سوال ہوا جو دانتوں کے درمیان سے نکلے، انھوں نے جواب دیا کہ اگر معلوم ہے کہ کس جگہ سے نکلا ہے اور بہنے والا ہے تو ناقضِ وضو اور نجس ہے، اور اگر اس کی جگہ معلوم نہیں تھوک کے ساتھ نکل آیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ تھوک اور خُون میں زیادہ کون ہے (جو زائد ہو اسی کا حکم ہوگا) اھ۔

وقد اصاب رحمه اللّٰه تعالٰی اولًا ان الواجب تعرف سیلانه بنفسه و اُخرا حیث عقبه بقول ابرهیم المدیر للحکم علی السیلان وانما الزلة ف فی زعمه ان بظهوره علی الاصبع ثانیا یغلب علی الظن سیلانه وقد قدمت ما یکفی ویشفی۔

صاحبِ غنیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے شروع میں صحیح لکھا کہ اس کے سائل ہونے کی دریافت واجب ہے، اور آخر میں بھی ٹھیک کیا کہ شیخ ابراہیم کا کلام لائے جس میں سائل ہونے پر حکم کا مدار رکھا ہے۔ لغزش صرف ان کے اِس خیال میں ہے کہ دوسری بار انگلی پر اثر ظاہر ہونے سے سائل ہونے کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے گا ــــ اس خیال کے رَد میں کافی وشافی گفتگو ابھی ہوچکی ہے۔

وقول الامام الاجل ظهیر الدین المرغینانی لقول الاکثرین انه الاحسن مع ظهور وجهه ومع انه علیه الاکثر

اب رہا یہ کہ غنیہ نے اسے احوط کہا تو امام جلیل ظہیر الدین مرغینانی نے قولِ جمہور کو احسن کہا، اس کی وجہ بھی ظاہر ہے، وہی اکثر مشائخ

ف: تطفل[15] علی الغنیة۔

---

[1] غنیۃ المستملی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲ و ۱۳۳

وانه جزم به الاکابر کقاضی خان و صاحب المحیط وغیرھما لایقاومہ قول الغنیۃ لخلافہ احوط مع عدم ظهور وجهه بل ظهور وجه عدمه وانما الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین کمافی الفتح والبحر وغیرهما لاجرم لم یعرج علیه المحقق الشارح نفسه فی شرحه الصغیر الملخص من هذا الکبیر انما اقتصر علٰی نقل قول ابراهیم وﷲ الحمد علٰی تواتر الاٰلائه علی عبدہ الاثیم۔

کا مذہب بھی ہے، اُسی پر امام قاضی خاں اور صاحبِ محیط وغیرہما جیسے اکابر نے جزم کیا تو اس کے خلاف قول کو صاحبِ غنیہ کا "احوط" کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے جبکہ اس کی وجہ بھی ظاہر نہیں بلکہ اسی کے عدم کی وجہ ظاہر ہے ــــ رہا احتیاط، تو احتیاط اسی میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اسی پر عمل کیا جائے جیسا کہ فتح القدیر، البحرالرائق وغیرہما میں ہے ــــ آخرکار خود شارح محقق نے اس شرح کبیر کی تلخیص کرکے جو شرح صغیر لکھی ہے اس میں اُس قول پر نہ ٹھہرے بس شیخ ابراہیم کا کلام نقل کرنے پر اکتفا کی ــــ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے بندۂ گنہگار کو متواتر احسانات سے نوازا۔

الثانی عامۃ الرواۃ فی من ذکرنا من الخلاف فی حد السیلان انه العلو والانحدار معا ام مجرد العلو علٰی نسبۃ الاول الی الامام الثانی والثانی الی الامام الشیبانی وقال فی الحلیۃ ظاہر البدائع ان الاول قول علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنهم[1]

تنبیہ دوم سیلان کی تعریف میں ہم نے اختلاف ذکر کیا، پہلا قول یہ کہ سیلان اوپر چڑھنے پھر نیچے ڈھلکنے کے مجموعے کا نام ہے دوسرا یہ کہ صرف اوپر چڑھنا ہی سیلان ہے، عامۂ رواۃ نے قول اول امام ثانی (قاضی ابویوسف) کی طرف منسوب کیا اور قول دوم امام محمد شیبانی کی طرف منسوب کیا ــــ اور حلیہ میں یہ لکھا کہ: بدائع کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول ہے اھ۔

ف: الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

وفی الفوائد المخصصۃ لسیدی العلامۃ ابن عابدین "اشتراط السیلان فی نقض الطھارۃ فیہ خلاف وان الصحیح اشتراطہ وان اخذ اکثر من رأس الجرح خلافا لمحمد وجعلھا فی الظھیریۃ روایۃ شاذۃ عن محمد وفی التتارخانیۃ عن المحیط شرط السیلان مذھب علمائنا الثلثۃ وانہ استحسان وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی اذا علا فظھر علی رأس الجرح ینتقض وضوؤہ وھو القیاس"[1] انتھی۔

اقول: قد عرف مذھب زفر فی الھدایۃ وغیرھا النقض بمجرد الظھور فقولہ علا ای من الباطن وقولہ ظھر بمعنی التبین دون الصعود کیف و زفر لایشترط الانتفاخ والصعود بعد الوصول الی رأس الجرح فلیعلم ذلک۔

ورأیت فی خلاصۃ الامام طاھر بن عبد الرشید البخاری مانصہ

سیدی علامہ ابن عابدین کے "فوائد مخصصہ" میں ہے: ناقض طہارت ہونے میں خون کا بہہ جانا شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ بہہ جانا شرط ہے اگرچہ خون چڑھ کر سرِ زخم سے زیادہ جگہ لے لے بخلاف مذہب امام محمد کے ــــ اور اسے ظہیریہ میں امام محمد سے منقول ایک شاذ روایت قرار دیا ــــ اور تاتارخانیہ میں محیط سے نقل ہے کہ: بہہ جانے کی شرط ہمارے تینوں علماء کے مذہب پر ہے ــــ یہ استحسان ہے ــــ اور امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خون جب اُوپر آیا پھر سرِ زخم پر ظاہر ہوا تو وضو ٹوٹ جائے گا ــــ یہ قیاس ہے انتہی۔

اقول ہدایہ وغیرہا سے معلوم ہوچکا ہے کہ امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ محض ظاہر ہوتے ہی سے وضو ٹوٹ جائے گا ــــ تو کلام بالا میں "اوپر آیا" کا معنٰی یہ ہوگا کہ اندر سے اوپر آیا۔ اور "ظاہر ہوا" کا معنی چڑھنا نہیں بلکہ نمایاں ہونا ہوگا ــــ وہ ہوگا بھی کیسے جب کہ امام زفر سرِ زخم تک پہنچ جانے کے بعد چڑھنے اور (دائرہ بناکر) پھول جانے کی شرط نہیں رکھتے ــــ یہ بات معلوم رہنی چاہیے۔

اور میں نے امام طاہر بن عبدالرشید بخاری کی کتاب خلاصہ میں یہ عبارت دیکھی، جامع صغیر کے

---

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثانیۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۵۷

فی بعض نسخ الجامع الصغیر الدم اذا لم ینحدر عن رأس الجرح لکن علا فصار اکبر عن رأس الجرح لاینقض وضوءہ۔[1]

بعض نسخوں میں ہے کہ، خون جب سرِ زخم سے ڈھلکے نہیں لیکن چڑھ کر سرِ زخم سے بڑا ہو جائے تو وہ ناقضِ وضو نہیں۔

ثم رأیت فی وجیز الکردری جزم بعزوہ للجامع الصغیر کما سیأتی فاذن اطلاقہ القول یفید ظاھرا انہ مذھب علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ھو الذی صححہ عامۃ ائمۃ الفتوی کقاضی خان وغیرہ ممن قصصنا اولم نقص علیک۔

پھر میں نے وجیز کردری میں دیکھا کہ عبارتِ بالا سے متعلق بالجزم جامع صغیر کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ اس کی عادت آرہی ہے۔ تو یہاں جامع صغیر میں کلام مطلق رکھنے (کسی ایک امام کا قول نہ بتانے) سے بظاہر یہی مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے — پھر عامہ ائمہ فتوٰی نے اسی کو صحیح کہا ہے جیسے امام قاضی خاں اور ان کے علاوہ ائمہ جن کے نام ہم نے لئے اور جن کے نام نہ لئے۔

ووقع ھھنا ف زلۃ قلم من المحقق البحر تبعہ علیھا العلامۃ ط حیث قال فی البحر الرائق فی الدرایۃ جعل قول محمد اصح واختارہ السرخسی وفی فتح القدیر انہ الاولی اھ[2]

یہاں محقق صاحب بحر سے ایک لغزشِ قلم واقع ہوئی ہے جس پر طحطاوی نے بھی ان کا اتباع کرلیا ہے وہ یہ کہ البحر الرائق میں لکھتے ہیں: "درایہ میں امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا، اسی کو امام سرخسی نے بھی اختیار کیا ہے، اور فتح القدیر میں ہے کہ وہی اولٰی ہے اھ"۔

وھو کما تری سھو ظاھر وانما اختار السرخسی قول ابی یوسف

یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، کھلا ہوا سہو ہے۔ امام سرخسی نے تو امام ابو یوسف کا قول اختیار

ف: تنبیہ علی سھو وقع فی البحر وتبعہ ط۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۷

[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

25

وایاہ جعل فی الفتح اولٰی کما نقلنا لك نصه رحمهم الله تعالٰی جمیعا ورحمنا بهم امین نبه علیه العلامة ش قائلا فاجتنبه[1] اھ۔

کیا ہے اور اسی کو فتح القدیر میں بھی اولٰی قرار دیا ہے۔ جیساکہ فتح کی عبارت ہم نقل کر آئے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور اُن کے صدقے میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما ــــ اس سہو پر علامہ شامی نے متنبّہ کیا اور فرمایا: فاجتنبه (تو اس سے بچنا) اھ۔

قلتُ ونسبة تصحیح قول محمد للدرایة منصوص علیها فی الفتح وتبعه[ف۱] علیه من بعده حتی العلامة ش اذ نقل کلامه هذا فی رد المحتار واقرہ علیه لکنه زعم[ف۲] فی منحة الخالق حاشیة البحر الرائق انه ذکر فی الدرایة قول ابی یوسف ثم ذکر قول محمد ثانیا ثم قال والصحیح الاول فلیراجع[2] اھ۔

وهذا یقتضی انه انقلب الامر علی الفتح ایضا کما انقلب علی البحر واذا صح هذا بقیت التصحیحات

قلت اب بحر کی ایک بات رہ گئی کہ درایہ میں امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے۔ اس کی صراحت پہلے فتح القدیر میں ہوئی اور بعد کے علماء نے اسی کا اتباع کیا یہاں تک کہ علامہ شامی نے بھی یہ بات رد المحتار میں نقل کی اور برقرار رکھی ــــ لیکن انھوں نے البحر الرائق کے حاشیے منحۃ الخالق میں یہ بتایا کہ درایہ میں پہلے امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا پھر امام محمد کا قول بیان کیا پھر کہا کہ: "صحیح اول ہے"۔ تو اس کی مراجعت کرنا چاہیے اھ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے بھی برعکس بتا دیا جیسا کہ بحر نے الٹا بیان کیا ــــ اگر علامہ شامی کا بیان صحیح ہے تو تمام تصحیحات قولِ

ف۱: معروضة علی ش۔

ف۲: تنبیه علی سهو وقع فی الفتح علی ما زعم العلامة ش۔

---

[1] رد المحتار کتاب الطهارة مطلب نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱

[2] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲

كلها راجعة الى قول ابی یوسف و هواسكن للقلب و امكن فليراجع.

امام ابو یوسف کی طرف راجع ہوگئیں اور اس میں دل کے لئے زیادہ سکون و قرار ہے ــــ تو اس کی مراجعت ہونا چاہیے۔

والعبد الضعیف لم یر ههنا تصریح احد بتصحیح قول محمد بل ولا ترجیحا ماله واختیاره۔

اور بندۂ ضعیف نے یہاں قول امام محمد کی تصحیح سے متعلق کسی کی تصریح نہ دیکھی بلکہ اس سے متعلق کسی طرح کی کوئی ترجیح اور کسی کا اسے اختیار کرنا نہ پایا۔

اللّٰهم الا ما فی الفوائد المخصصة عن الذخیرة عن الفقیه ابی جعفر عن محمد بن عبد الله رحمه الله تعالٰی انه کان یمیل فی هذا الٰی انه ینتقض وضوؤه ورأه سائلا قال اعنی صاحب الذخیرة وفی فتاوی النسفی هکذا[1] اھ۔

ہاں مگر (۱) جو فوائد مخصصہ میں ذخیرہ سے، اس میں بروایتِ فقیہ ابو جعفر ــــ محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ اس بارے میں وہ اس جانب مائل تھے کہ وہ ٹوٹ جائے گا اور اسے انھوں نے بہنے والا سمجھا ــــ صاحبِ ذخیرہ نے فرمایا: اور فتاوٰی نسفی میں بھی اسی طرح ہے اھ۔

والا مارأیت فی جواهر الفتاوی من الباب الرابع المعقود لفتاوی الامام الاجل نجم الدین النسفی مانصه رجل توضأ فعض الذباب بعض اعضائه فظهر منه دم لا ینتقض الوضوء لقلته ولو غرز فی عضوه شوکا او ابرة فظهر الدم ولم یسل ظاهرا ینتقض وضوؤه لان الظاهر انه سال عن رأس الجرح[2] اھ ــــ وهذا ما کان اشار

(۲) اور وہ جو جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں دیکھا ــــ یہ باب امام نجم الدین نسفی کے فتاوٰی کے لئے باندھا گیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے: ایک شخص باوضو ہے اس کے کسی عضو پر مکھی نے کاٹ لیا جس سے کچھ خون ظاہر ہوگیا تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ یہ خون کم ہی ہوگا ــــ اور اگر اس نے اپنے عضو میں کانٹا یا سوئی چبھولی جس سے خون ظاہر ہوا اور کھل کر بہا نہیں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ سرِ زخم سے بہہ گیا اھ ــــ یہی وہ ہے جس کی طرف ذخیرہ میں

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثامنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۰
[2] جواہر الفتاوٰی

الیه فی الذخیرة ان ھکذا فی فتاوی النسفی ۔

اشارہ کیا کہ فتاوٰی نسفی میں بھی اسی طرح ہے ۔

والامشیا علیه فی مجموع النوازل نقله عنه فی الخلاصة ثم عقب بما فی نسخة الجامع الصغیر ثم قال فعلی ھذا ینبغی ان لا ینتقض[1] اھ ۔

(٣) اور اس قول پر مجموع النوازل میں مشی ہے جسے خلاصہ میں اس سے نقل کیا ہے پھر نسخۂ جامع صغیر کی مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے پھر فرمایا ہے، تو اس بنیاد پر اسے ناقض نہیں ہونا چاہیے ۔

والاماوقع فی الکفایة من قوله "بعض مشائخنا رحمھم اللّٰه تعالٰی اخذوا بقول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی احتیاطا وبعضھم اخذوا بقول ابی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی وھو اختیار المصنف (ای صاحب الھدایة) رفقا بالناس خصوصا فی حق اصحاب القروح[2] اھ

(۴) اور وہ جو کفایہ میں درج ہے کہ: ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے احتیاطاً امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لیا ہے اور بعض نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لیا ہے ۔ اور اسی کو لوگوں کی آسانی کے لئے خصوصاً پھوڑے پھنسی والوں کے حق میں نرمی کی خاطر مصنف یعنی صاحبِ ہدایہ نے بھی اختیار فرمایا ہے اھ۔

اقول ف وھذا اغرب من الکل لانه ربما یوھم ان الاختیارین متکافئان ۔

اقول یہ سب سے زیادہ غریب ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ دونوں ترجیحیں بالکل ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

والاماوقع فی وجیز الامام الکردری حیث قال "نوازل (ای قال فی مجموع النوازل) شاکه شوکة او ابرة فاخرجھا وظھر دم ولم یسل نقض و

(۵) اور وہ جو وجیز امام کردری میں واقع ہے وہ لکھتے ہیں، مجموع النوازل میں ہے: کوئی کانٹا یا سوئی چبھو کر نکالا خون ظاہر ہوا اور بہا نہیں، تو یہ ناقض ہے ۔ اور جامع صغیر میں ہے: سرِ زخم

ف: تطفل ۵۳ علی الکفایة۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث فی نواقض الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ١/ ١٧

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ١/ ٣٠ و ۴١

فی الجامع الصغیر لم ینحدر الدم عن رأسہ لکنہ علا وصار اکثر من رأس الجرح لاینقض وھذا خلاف ما فی النوازل والاول عن الامام الثانی والثانی عن محمد رحمھما اللہ تعالٰی والنقض اقیس لان مزایلتہ عن مخرجہ سیلان[1] اھ۔

جامع صغیر میں ہے کہ سر سے خون ڈھلکا نہیں لیکن اوپر چڑھا اور سرِ زخم سے زیادہ ہوگیا تو ناقض نہیں ــــ یہ اس کے برخلاف ہے جو مجموع النوازل میں ہے۔ اور اول امام ثانی سے مروی ہے اور دوم امام محمد سے روایت ہے رحمہما اللہ تعالٰی ــــ اور ناقض ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے اس لئے کہ خون کا اپنے مخرج سے جدا ہونا سیلان ہے اھ۔

قلت وانت تعلم ان قد انقلب علیہ الامر فی نسبۃ المذھبین الٰی حضرۃ الامامین۔

قلت ناظر پر عیاں ہے کہ وجیز میں دونوں مذہب، دونوں اماموں کی جانب منسوب کرنے میں معاملہ اُلٹ گیا ہے۔

اقول وعجبا منہ ان عزا ما عزا للجامع الصغیر جازما ثم قال والثانی ای عدم النقض عن محمد فان ما فی الجامع الصغیر مطلقا ان لم یکن ظاھرہ انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فلا اقل من ان یکون قول محمد فکیف ینسبہ الیہ بعن۔ ثم لانظر الٰی قولہ اقیس مع مامرمن تصحیحات عامۃ الائمۃ قول عدم النقض

اقول اور صاحبِ وجیز پر یہ بھی تعجب ہے کہ جامع صغیر کا حوالہ تو جزم کے ساتھ پیش کیا پھر بھی یہ لکھ دیا کہ "والثانی عن محمد" یعنی ناقض نہ ہونا امام محمد سے ایک روایت ہے، حالانکہ جامع صغیر میں جو حکم مطلقاً بیان ہوا ہے ظاہر یہ ہے کہ وہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول اور مذہب ہے اگر ایسا نہ ہو تو بھی کم از کم وہ امام محمد کا قول تو ضرور ہے پھر امام محمد کی طرف اس کی نسبت بلفظ "عن" کیسے کر رہے ہیں (جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا قول اور مذہب نہیں بلکہ ان سے ایک روایت ہے ۱۲م)۔

ف: تطفل علی البزازیۃ۔

[1] الفتاوی البزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۲

بلفظ ھو الصحیح والاصح والمختار وغیرھا و یقطع النزاع مارأیت فی جواھر الاخلاطی وفی الفوائد المخصصۃ عن الذخیرۃ والتتارخانیۃ، ثلثتھم عن فتاوی خوارزم وفی الھندیۃ عن المحیط واللفظ للاولی اذا لم یتحدر عن رأس الجرح ولکن علا فصار اکبر من رأس الجرح لاینتقض وضوئہ والفتوی علی عدم النقض فی جنس ھذہ المسائل اھ، واللّٰہ الموفق۔

پھر وجیز نے ناقض ہونے کو جو "اقیس" (زیادہ قرین قیاس) کہا قابلِ التفات نہیں کیونکہ اس کے مقابل میں ناقض نہ ہونے کے قول سے متعلق، صحیح ۔۔ اصح ۔۔ مختار وغیرہ الفاظ سے عامہ ائمہ کی تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ گزرا ۔۔ اور قاطع نزاع وہ ہے جو میں نے جواہر الاخلاطی میں اور فوائد مخصصہ میں ذخیرہ وتاتارخانیہ کے حوالے سے دیکھا۔ ان تینوں میں فتاوی خوارزم سے نقل ہے اور ہندیہ میں بھی دیکھا کہ محیط سے منقول ہے۔ الفاظ اول کے ہیں: جب خون سرِ زخم سے نہ ڈھلکے لیکن اوپر چڑھ کر سرِ زخم سے بڑا ہو جائے تو ناقضِ وضو نہیں اور "اس جنس کے مسائل میں فتوی عدمِ نقض ہی پر ہے" اھ واللّٰہ الموفق۔

الثالث ابویوسف یجمع القیئ اذا اتحد المجلس ولایعتبر السبب وعکس[ف] محمد وقولہ

تنبیہ سوم (قے اگر منہ بھر ہو تو ناقضِ وضو ہے لیکن تھوڑی تھوڑی قے چند بار کرکے اتنی مقدار میں آئی کہ اگر سب یکجا ہو تو منہ بھر ہو جائے

ف: **مسئلہ** قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے، پھر اگر چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے منہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو، اور اگر متلی تھم گئی پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔

---

[1] جواھر الاخلاطی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ص ۷
الفوائد المخصصۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۰
الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰

الاصح وتطابقت النقول ھٰھنا علی اعتبار المجلس قال فی الحلیۃ فعلی ھذا یحتاج محمد رحمہ اللہ تعالٰی الی الفرق، واللہ تعالٰی اعلم بذٰلک اھ[1]، واشار فی ردالمحتار الی ما یحذو حذو جوابہ فقال کانھم قاسوھا علی القیئ ولما لم یکن ھنا اختلاف سبب تعین اعتبار المجلس فتنبہ اھ[2]۔

اقول[ف] ھذا عجیب فان من

اسے یکجا مان کر نقضِ وضو کا حکم ہوگا یا نہیں؟) امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ ایک نشست کے اندر چند بار میں جتنی قے آئی ہے سب یکجا مانی جائے گی خواہ ایک سبب یعنی ایک متلی سے آئی ہو یا چند سے، اور امام محمد کے نزدیک اس کے برعکس ہے (ایک متلی سے چند بار میں جتنی آئی ہے یکجا مانیں گے اگرچہ کئی مجلس اور کئی نشست میں ہو) — اصح امام محمد کا قول ہے — لیکن یہاں (یعنی چند بار آئے ہوئے خون سے متعلق) ساری روایات اس پر متفق ہیں کہ ایک مجلس کا اعتبار ہوگا (سبب ایک ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر واعتبار نہیں) — حلیہ میں فرمایا: اس بنیاد پر امام محمد کو دونوں مقام میں وجہ فرق بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم بذلک اھ۔ اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس اعتراض کے جواب کے طور پر جاری ہے وہ کہتے ہیں: "گویا ان حضرات نے اسے قے پر قیاس کیا اور چونکہ یہاں اختلاف سبب کا وجود ہی نہیں اس لئے مجلس ہی کا اعتبار متعین ہے — تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے اھ"۔

اقول یہ عجیب ہے۔ اس لئے کہ قے

ف: معروضۃ علی ش۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۲

يعتبر السبب وهو الامام الربانی اذا وجد ماهو علة حكم الجمع عنده لم لا يحكم به ويعدل عنه الى ماقد سقط اعتباره عنده لاجل ان العلة دائمة ههنا وان دوام العلة انما يقتضى دوام الحكم لا الغاءها واسناده الى غيرها۔

میں سبب کا اعتبار کرنے والے — امام ربانی محمد بن حسن شیبانی — کو جب وہاں ایک ایسی چیز (یعنی مجلس و نشست) مل رہی ہے جو ان کے نزدیک (ایک جگہ یعنی خون کے مسئلے میں) یکجائی کا حکم کرنے کی علت ہے تو اسی پر حکم کیوں نہیں رکھتے اور اسے چھوڑ کر ایک ایسی چیز (سبب اور مشکل) کو کیوں لیتے ہیں جس کا اعتبار ان کے نزدیک ساقط ہوچکا ہے (یعنی مسئلہ خون میں ۱۲ م) — (انھیں تو قے میں بھی مجلس کا اعتبار کرنا چاہئے) اس لئے کہ علت یہاں دائمی ہے اور علت کا دائمی ہونا اسی کا مقتضی ہے کہ حکم بھی دائمی ہو، نہ اس کا کہ اسے لغو اور بے اثر ٹھہرا کر حکم کو کسی اور علت سے وابستہ کر دیا جائے۔

فان قيل قد يدوم السبب ههنا شهورا ودهورا فكيف يجمع الاخر الى الاول۔

فان قيل (اگر یہ جواب دیا جائے کہ) یہاں (مسئلہ خون میں) سبب (زخم، پھوڑا وغیرہ) کبھی مہینوں اور زمانوں تک لگاتار رہ جاتا ہے تو آخر کو اول کے ساتھ کیسے یکجا کیا جائیگا؟

قلت هذا اعتراف بان اتحاد السبب لا يقوم باقتضاء حكم الجمع فلم يكن فيه دفع الايراد بل تسليمه۔

قلت (میں کہوں گا) یہ تو اس بات کا اعتراف ہے کہ سبب کا ایک ہونا اس قابل نہیں کہ حکم جمع کا مقتضی ہو۔ تو یہ میرے اعتراض کا جواب نہ ہوا بلکہ اس میں تو اسے تسلیم کر لیا گیا۔

لكنى اقول[ف] يتخالج صدرى ما يدفع هذا والايراد

اقول (میں کہتا ہوں) میرے دل میں ایک بات گردش کر رہی ہے جو اس جواب اور

ف: تطفل[۵۶] على الحلية ومعروضة على ش۔

جميعا ان شاء الله تعالى وهو انا
لا نسلم ههنا اتحاد السبب بل الروح
اذا احست بالم تتوجه لدفاعه فتتبعها
الريح والدم فلاجتماعها يحدث الورم
وتزداد الحرارة فيثقل اجتماع الدم
ههنا غير ان الطبيعة تضن
بالدم الصالح ان تدفعه
ولذلك اذا فصد المريض
يتقدم الدم الفاسد
خروجا وعن هذا كانت
الحجامة احب من الفصد
لان الفصد يشق العرق
فيثج الدم ثجا فمع
شدة تحفظ الطبيعة
على الدم الصالح تعجز
عن امساكه كليا لانه
بانفتاح مجراه يسيل
بطبعه سيلانا قويا، فمع
حجز الطبيعة يخرج
شئ من الصالح قهرا عليها
بخلاف الحجامة فان
الخروج فيها ضعيف فتتقوى
الطبيعة على احراز الصالح

اس اعتراض دونوں ہی کو دفع کر دینے والی
ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہ یہ کہ ہم یہاں (مسئلہ خون
میں) اتحادِ سبب نہیں مانتے ـــ بلکہ حقیقت یہ ہے
کہ رُوح جب کسی تکلیف کا احساس کرتی ہے تو
اُس کے دفعیہ پر متوجہ ہوتی ہے۔ اِس میں ہوا اُور
خُون بھی اُس کے تابع ہوجاتے ہیں تو ان سب کے
مجتمع ہونے کی وجہ سے ورم پیدا ہوجاتا ہے اور
حرارت بڑھتی ہے تو اس جگہ خون کا اجتماع ثقیل
ہوجاتا ہے مگر یہ ہے کہ طبیعت صالح خون کو بچانا
چاہتی ہے اور اسے دفع کرنا نہیں چاہتی ـــ
یہی وجہ ہے کہ جب مریض کو فصد لگائی جاتی ہے
(اس کی رگ کھول دی جاتی ہے) تو پہلے فاسد
خُون باہر آتا ہے۔ اسی لئے سِنگی لگانا فصد لگانے سے
بہتر ہوتا ہے کیوں کہ فصد رگ کو پھاڑ دیتی ہے جس
سے خون تیزی سے اُبل پڑتا ہے اور زور سے بہنے
لگتا ہے۔ اُس وقت طبیعت صالح خون کے شدید
تحفظ کے باوجود اُسے کُلی طور پر روکنے سے بے بس
ہوجاتی ہے کیوں کہ بہنے کی راہ کھل جانے کی وجہ سے
خون طبعاً پُوری قوت سے بہنے لگتا ہے اور طبیعت
کے روکنے کے باوجود کچھ صالح خون اسے مغلوب
کرکے باہر آجاتا ہے اور سِنگی لگانے میں ایسا
نہیں ہوتا کیوں کہ خروج اس میں کمزور ہوتا ہے
جس کی وجہ سے طبیعت صالح خون کو مناسب طور پر

ف: تحقیق المصنف فی اعتبار محمد المجلس لجمع الدم والسبب لجمع القیٔ۔

كما ينبغي واذا كان الامر كذلك
لا تنبعث للطبيعة داعية دفع الدم
المنتقل الى هنا مع الروح
الا اذا عملت فيه الحرارة الملتهبة
من اجتماع الثلث الحارات
فينفسد بنضج يحصل له بعد
بلوغه كمال صلاحه وح تترك الطبيعة
الضن به و يزداد التأذى
فتحب دفعه فتنفجر القرحة
فيجعل الدم يخرج على شاكلته
فى الحجامة دون الفصد
لان الانفتاح ههنا ايضًا فى
الجلد لا فى العرق فيكون
خروجه بضعف لا بدفق
شديد غير ان القدر
المتهئ منه للخروج وهو الذى
تحول مزاجه من الصلاح وعدل
قوامه للخروج اذا خرج خرج اعنى
تتعاقب اجزاؤه ولا ينبغى لبعضه
القعود خلف بعض حتى
يحصل بين خروج ابعاضه
طفرات و تخللات انقطاع
لان المقتضى موجود و
المانع مفقود فلا يزال
يخرج حتى ينتهى

بچا لینے کی قوت پا جاتی ہے — جب معاملہ ایسا ہے
تو طبیعت کے لئے یہاں روح کے ساتھ منتقل
ہونے والے خون کو دفع کرنے کا کوئی داعیہ نہ پیدا
ہوگا مگر جب اس خون میں تینوں حار چیزوں کے مجتمع
ہونے سے بھڑک اُٹھنے والی حرارت اثر انداز ہوگی
تو وہ کچھ پک جانے کی وجہ سے خراب ہو جائے گا
یہ پکنا خون کے کمال عمدگی و صلاح کی حد کو پہنچ جانے
کے بعد ہوگا — اب طبیعت اس کا تحفظ چھوڑ
دے گی اور تکلیف بڑھے گی تو اسے دفع کرنا چاہے گی'
پھوڑا اس وقت پھٹ جائے گا جس کی وجہ سے
خون باہر آنے لگا اسی انداز میں جو سنگی لگانے کے
وقت ہوتا ہے ۔ اُس تیز روانی کے طور پر نہیں جو
فصد لگانے میں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی
جلد ہی کھلی ہے رگ نہیں کھلی ہے تو خروج آہستگی
اور ضعف کے لئے ہوگا، شدت سے نہ ہوگا۔
ہاں یہ ہے کہ جس خون کا مزاج فاسد ہو چکا ہے
اور اس کا قوام باہر آنے پر مائل اور اسی کے لائق
ہوگیا ہے یا اتنا خون جب نکلے گا تو نکلتا جائے گا
یعنی اس کے سارے اجزاء پے در پے باہر
نکلتے جائیں گے۔ اور طبعاً یہ نہیں ہونا چاہیے کہ
ایک حصہ نکلنے کے بعد دوسرا حصہ اتنی دیر تھم رہے
کہ ان اجزاء کے باہر آنے کی مدت میں متعدد بار
انقطاع پیدا ہو اور درمیان میں خاصا توقف ہو جائے'
اس لئے کہ (فاسد خون کے سارے اجزا میں
خروج کا) مقتضی موجود ہے اور مانع مفقود ہے

ثم اذا كان الاذى باقيا بعد لاتزال الروح تتوجه اليه فيعقب الخارج دم اخو صالح ويمكث حتى يعرض له ما عرض لسالفه فيخرج كما خرج وهكذا۔

تو یہ خون نکلتا ہی رہے گا یہاں تک کہ ختم ہو جائے۔ پھر اگر تکلیف اب بھی باقی رہ گئی تو روح اس طرف متوجہ ہوتی رہے گی جس کے باعث دوسرا صالح خون اُس نکلے ہوئے خون کے بعد مجتمع ہو کر ٹھہریگا اس پر بھی وہ ساری حالتیں طاری ہوں گی جو اس کے پیش رو پر طاری ہوتی تھیں تو یہ بھی ایک وقت باہر نکلے گا جیسے وہ نکلا تھا — اور یوں ہی معاملہ رہے گا۔

فظهر ان كل خروج بعد انقطاع من دون منع انما ينشؤ من سبب جديد فيجب ان لايجمع الا ما تلاحق شيئا فشيئا كما ذكرنا وهو المعنى ان شاء الله تعالٰى اتحاد المجلس لان المجلس نفسه معتبر حتى اذا ابدأ الدم فانتقل الانسان من فوره لايجمع ما خرج هنا مع ما خرج انفا وان بقي جالسا كما هو طول النهار وخرج دم اول الصبح وانقطع ثم خرج شئ عند الغروب يجمع هذا مع الاول فان هذا بعيد من الفقه كل البعد۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انقطاع کے بعد بغیر رکاوٹ کے پایا جانے والا ہر خروج کسی سبب جدید ہی سے پیدا ہوتا ہے تو لازم ہے کہ صرف وہ خون جمع کیا جائے جو مسلسل تھوڑا تھوڑا باہر آیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا — اور اتحاد مجلس سے یہی مقصود و مراد ہے — ان شاء اللہ تعالٰی — یہ نہیں کہ بذاتِ خود مجلس کا اعتبار ہے۔ یہاں تک کہ جب خون نکلنا شروع ہو اور آدمی فوراً جگہ بدل دے تو دوسری جگہ جو نکلے وہ پہلی جگہ نکلنے والے خون کے ساتھ جمع نہ کیا جائے (اور یہ کہا جائے کہ مجلس ایک نہ رہی) — اور اگر جہاں ہے وہیں دن بھر بیٹھا رہے اور کچھ خون صبح کے اوّل وقت نکل کر بند ہو جائے۔ پھر کچھ غروب کے وقت نکلے تو اس کو پہلے کے ساتھ جمع کیا جائے (اور کہا جائے کہ مجلس تو ایک ہی رہی لہذا دونوں یکجا ہوں گے) یہ تو فقاہت سے بالکل بعید ہے۔

وبالجملة علامة اتحاد

مختصر یہ کہ یہاں اتحاد سبب کی علامت

السبب ھھنا ھو التلاحق واختلافہ ھو تخلل الانقطاع طبعا لا قسرا بخلاف القیئ فان الطبیعۃ تحتاج فیہ الی دفع الثقیل الذی میلہ الطبعی الی الاسفل علی خلاف طبعہ الی جھۃ الاعلی فربما لاتقدر علیہ الا تدریجا کما ھو مرئی مشاھد فما دام الطبیعۃ فی الھیجان فھو سبب واحد وان تخلل الانقطاع فاذا سکنت ثم ھاجت فھو سبب جدید ھذا ما ظھر لفھمی القاصر فتأمل وتبصر فلعل بعضہ یعرف وینکر۔

الرابع (ف) انما المنقول عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنھم فی النجس الخارج من غیر السبیلین شرط السیلان لیس الا وفیہ خلاف زفر وخلاف بینھم ان السیلان مجرد العلو او مع الانحدار

یکے بعد دیگرے مسلسل نکلنا ہے ۔ اور اختلاف سبب کی علامت طبعاً ۔ نہ جبراً ۔ انقطاع کا درمیان میں حائل ہونا اور بیچ بیچ میں خون کا خود اپنی طبیعت سے بند ہوجانا ہے ۔ اور قے میں ایسا نہیں ۔ کیوں کہ اس میں وہ ثقیل جس کا طبعی میلان نیچے آنے کی طرف ہوتا ہے برخلافِ طبع طبیعت اسے اوپر کی جانب دفع کرنے کی حاجت مند ہوتی ہے تو طبیعت زیادہ تر اس پر تدریجاً ہی قدرت پاتی ہے جیسا کہ یہ دیکھا اور مشاہدہ کیا گیا ہے۔ تو جب تک طبیعت ہیجان میں ہو یہ ایک سبب ہے ۔ اور اگر بیچ میں انقطاع ہوگیا تو طبیعت میں جب سکون ہوجائے تو یہ سبب جدید ہے ۔ یہ وہ ہے جو میرے فہم قاصر پر منکشف ہوا تو اس میں تامل اور نگاہِ غور کی ضرورت ہے، ہوسکتا ہے اس میں کچھ معروف ہو اور کچھ نامعروف۔

تنبیہ چہارم ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سبیلین (پیشاب، پاخانہ کے راستوں) کے علاوہ سے نکلنے والی نجس چیز کے بارے میں صرف سیلان (بہنے) کی شرط منقول ہے اور اس میں صرف امام زفر کا اختلاف ہے اور ان کے درمیان ایک اختلاف یہ ہے کہ سیلان صرف چڑھنے کا نام ہے یا چڑھنے اور ڈھلکنے

ف: مسئلہ تحقیق شریف ان النقض بالخروج الی ما یجب تطہیرہ لامایندب خلافا للفتح والحلیۃ والبحر والشرنبلالی والطحطاوی والشامی۔

كما سمعت كل ذلك على هذا
كانت كلماتهم حتى جاء
الامام ابوالحسين احمد بن محمد
القدوری رحمه الله تعالٰی فزاد
فی الکتاب قید التجاوز الٰی موضع
یلحقه حکم التطهیر ثم تظافرت
عامة الکتب علی اتباعه متونا
وشروحا وفتاوٰی۔

قال فی المنیة تفسیر السیلان
ان ینحدر عن رأس الجرح
واما اذا علا عن رأس الجرح و
لم ینحدر لایکون سائلا وقال بعضهم
اذا خرج وتجاوز الی موضع یلحقه
حکم التطهیر فهو سیلان (یعنی) اذا
خرج الدم من رأسه الی انفه
او اذنه ان سال الی موضع یجب
تطهیره عند الاغتسال ینتقض والا فلا اھ[1]

قال المولی الحلبی فی شرح الحلیة
هذا البعض هو الشیخ ابوالحسین
القدوری ومن حذا حذوه اھ[2]۔

ثم الذی کانت تتوارد علیه
کلماتهم من بعد ان المراد بحکم

دونوں کے مجموعے کا ___ جیسا کہ یہ سب آپ سن
چکے ___ فقہاء کے کلمات اسی حد تک تھے
یہاں تک کہ امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری
رحمہ اللہ تعالٰی آئے تو انھوں نے اپنی کتاب میں
ایک قید یہ بڑھائی کہ خون ایسی جگہ تجاوز کرجائے
جسے (وضو یا غسل میں) پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔
پھر متون، شروح اور فتاوٰی کی تقریباً ساری ہی
کتابیں ان کے اتباع میں ہم نوا ہوگئیں۔

منیہ میں ہے: سیلان کی تفسیر یہ ہے کہ
کہ خون سرِ زخم سے ڈھلک آئے اور اگر سرِ زخم
سے اُوپر چڑھے اور نیچے نہ ڈھلکے تو سائل (بہنے
والا) نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا جب نکل کر ایسی
جگہ تجاوز کرجائے جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے
تو یہ سیلان ہے ___ یعنی جب خون (مثلاً) اس کے
سر سے ناک یا کان کی طرف نکلے اگر وہ ایسی جگہ
بہہ جائے جس کو غسل کے وقت پاک کرنا واجب
ہوتا ہے تو وہ ناقض ہے ورنہ نہیں اھ۔

شیخ حلبی نے اس کی شرح حلیہ میں فرمایا:
یہ بعض، شیخ ابوالحسین قدوری اور ان کے متبع
حضرات ہیں اھ۔

پھر اس کے بعد سبھی حضرات کے کلمات
کا اس پر توارد تھا کہ حکم تطہیر سے مراد وجوب ہے

[1] منیة المصلی کتاب الطہارت بیان نواقض الوضوء مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰
[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

التطهير هو الوجوب ولو فی الغسل۔

كما افصح عنه فی المنية۔

وقال العلامة ابراهيم الحلبی فی شرحها الغنية (الی موضع يلحقه حكم التطهير) ای يجب تطهيره فی الجملة فی الوضوء او الغسل او ازالة النجاسة الحقيقية اھ[1]۔

وقال الحدادی فی الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوری قوله يلحقه حكم التطهير يعنی يجب تطهيره فی الحدث والجنابة حتی لو سال الدم الی مالان من الانف نقض الوضوء اھ[2]۔

وقال الامام صدر الشريعة فی شرح الوقاية (سال الی ما يطهر) ای الی موضع يجب تطهيره فی الجملة اما فی الوضوء او فی الغسل اھ[3]۔

وقال سلطان الوزراء العلامة ابن كمال باشا فی ايضاح الاصلاح (سال الی ما يطهر) ای الی موضع يجب ان يطهر فی الوضوء او فی الغسل بالغسل

اگرچہ غسل ہی میں ہو۔

(۱) جیسا کہ منیہ میں اسے صاف طور پر کہا۔

(۲) اور علامہ ابراہیم حلبی نے اس کی شرح غنیہ میں لکھا: (ایسی جگہ جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے) یعنی فی الجملہ وضو یا غسل میں اسے پاک کرنا، یا نجاست حقیقیہ (اس پر لگ جائے تو اس) کا دُور کرنا واجب ہوتا ہے اھ۔

(۳) اور حدادی نے مختصر قدوری کی شرح جوہرہ نیرہ میں لکھا: عبارت متن "یلحقه حکم التطہیر" (اسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے" — یعنی اسے حدث یا جنابت میں پاک کرنا واجب ہوتا ہے یہاں تک کہ خون اگر ناک کے نرم حصے تک بہہ آیا تو وضو ٹوٹ جائیگا اھ۔

(۴) امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا: (ایسی جگہ بہہ جائے جسے پاک کیا جاتا ہے) یعنی ایسی جگہ جسے پاک کرنا فی الجملہ وضو یا غسل میں واجب ہوتا ہے اھ

(۵) سلطان الوزراء علامہ ابن کمال پاشا نے ایضاح الاصلاح میں لکھا: (ایسی جگہ بہہ جائے جسے پاک کیا جاتا ہے) یعنی ایسی جگہ جسے وضو یا غسل میں دھونے یا مسح کرنے کے ذریعہ پاک کرنا

---

[1] غنیة المستملی شرح منیة المصلی کتاب الطہارة فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۳۱

[2] الجوہرة النیرة 〃 مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۹

[3] شرح الوقایة 〃 نواقض الوضوء 〃 〃 ۱/۲۰

او بالمسح اھ[1]۔

واجب ہوتا ہے اھ۔

وقال[6] العلامة اکمل الدین البابرتی فی العنایة شرح الهدایة "قوله یلحقه التطهیر المراد ان یجب تطهیرہ فی الجملة کما فی الجنابة حتی لو سال الدم من الرأس الی قصبة الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابة فرض اھ[2]۔"

(۶) علامہ اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا: عبارت متن "اسے تطہیر لاحق ہوتی ہے" مراد یہ ہے کہ اسے پاک کرنا فی الجملہ واجب ہو جیسے جنابت میں — یہاں تک کہ اگر خون سر سے ناک کے بانسے کی طرف بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا کیونکہ جنابت کے اندر استنشاق (ناک میں پانی چڑھانا) فرض ہے اھ۔

وقال[7] الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق "غیر السبیلین اذا خرج منها شیئ ووصل الی موضع یجب تطهیرہ فی الجنابة ونحوہ ینقض الوضوء اھ[3]۔"

(۷) امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: "جب غیر سبیلین سے کوئی نجس چیز نکلے اور ایسی جگہ پہنچ جائے جس کی تطہیر جنابت وغیرہ میں واجب ہوتی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ۔"

وقال[8] الامام السید جلال الدین الکرلانی فی الکفایة اذا کان فی عینه قرحة ووصل الدم منها الی جانب اٰخر من عینه فلا ینقض وضوءہ لانه لم یصل الی موضع یجب غسله اھ[4]۔

(۸) امام جلال الدین کرلانی کفایہ میں رقم طراز ہیں: "اگر آنکھ میں پھنسی ہو اور خون اس سے نکل کر آنکھ ہی کی دوسری جانب پہنچ جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا کیوں کہ وہ ایسی جگہ نہ پہنچا جسے دھونا واجب ہو اھ۔"

وقال[9] السید برهان الدین ابرهیم بن ابی بکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی فی جواهرہ "خروج الدم الی

(۹) سید برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد بن حسین اخلاطی حسینی جواہر میں لکھتے ہیں: "کان کے وسط میں جس جگہ تک غسل کے اندر پانی

---

[1] فتح المعین بحوالہ ابن کمال باشا کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۰
[2] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳ و ۳۴
[3] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۷
[4] الکفایۃ شرح الہدایۃ 〃 المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ بسکھر ۱/ ۳۴

وسط الاذن بحیث یجب ایصال الماء الیه فی الاغتسال ناقض الوضوء[۱] اھ۔

پہنچانا واجب ہوتا ہے وہاں تک خون نکل آنا ناقضِ وضو ہے اھ۔

و[۱۰] قال العلامۃ عبد العلی البرجندی فی شرح النقایۃ قولہ الی مایطھر ای الی موضع یجب تطھیرہ فی الغسل[۲] اھ۔

(۱۰) علامہ عبد العلی برجندی شرح نقایہ میں فرماتے ہیں "قولہ الی مایطھر — یعنی ایسی جگہ جس کی تطہیر غسل میں واجب ہے۔" اھ

و[۱۱] قال الامام شیخ الاسلام بکر خواھر زادہ فی مبسوطہ علی ما نقل عنہ فی الفتح والبحر وغیرھما "تورم رأس الجرح فظھر بہ قیح و نحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم لانہ لایجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر[۳] اھ۔

(۱۱) امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ اپنی مبسوط میں رقم فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے فتح، بحر وغیرہما میں نقل کیا ہے: "سرِ زخم ورم کر گیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوا تو جب تک ورم سے وہ تجاوز نہ کرے ناقض نہیں۔ اس لئے کہ ورم کی جگہ کو دھونا واجب نہیں تو ایسی جگہ تجاوز نہ پایا گیا جسے تطہیر کا حکم لاحق ہو" اھ۔

و[۱۲] قال المولی حسام الدین السغناقی فی النھایۃ اول شروح الھدایۃ علی ما اثرعنہ فی الحلیۃ فی شرح "قولہ الی موضع یلحقہ حکم التطھیر المراد ان یجب تطھیرہ فی الجملۃ کما فی الجنابۃ[۴] اھ۔

(۱۲) حسام الدین سغناقی ہدایہ کی سب سے پہلی شرح نہایہ میں جیسا کہ اس سے حلیہ میں نقل کیا ہے عبارت متن "الی موضع یلحقہ حکم التطھیر" کی شرح میں لکھتے ہیں: "مراد یہ ہے کہ اس کی تطہیر فی الجملہ واجب ہو جیسے جنابت میں۔" اھ

و[۱۳] ھذا ھو المستفاد من معراج الدرایۃ شرح الھدایۃ و[۱۴] من الملتقط و[۱۵] من الدرر

(۱۳) یہی معراج الدرایہ شرح ہدایہ (۱۴) ملتقط (۱۵) درر اور ان کے علاوہ کتابوں سے مستفاد ہے۔

---

[۱] جواہر الاخلاطی — کتاب الطہارۃ — فصل فی نواقض الوضو — قلمی — ص ۶

[۲] شرح النقایۃ للبرجندی — کتاب الطہارۃ — مطبع عالی — نولکشور — ۱/ ۲۱

[۳] فتح القدیر — کتاب الطہارۃ — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر — ۱/ ۳۴

[۴] النہایۃ

ومن غيرها وستود عليك نقولها إن شاء الله تعالىٰ۔

سب کی عبارتیں ان شاء اللہ تعالٰی آگے نقل ہوں گی۔

وبه[16] جزم العلامة عمر بن نجيم في النهر الفائق۔

(۱۶) اسی پر علامہ عمر بن نجیم نے النہر الفائق میں جزم کیا۔

وقال[17] العلامة السيد ابو السعود الازهري في فتح الله المعين[18] نقلا عن ابيه السيد علي الحسيني ان المراد بحكم التطهير وجوبه في الوضوء والغسل ولو بالمسح[1] اھ۔

(۱۷) اور علامہ سید ابو السعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں (۱۸) اپنے والد سید علی حسینی سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ: "حکم تطہیر سے مراد اس کا وضو وغسل میں واجب ہونا ہے اگرچہ مسح ہی کے ذریعہ" اھ۔

فهذا ما ارتكز في اذهان العامة جيلا فجيلا غير ان المحقق على الاطلاق الامام الهمام كمال الدين محمد بن الهمام زاد الندب ايضا حيث يقول "لو خرج من جرح في العين دم فسال الى الجانب الآخر منها لا ينتقض لانه لا يلحقه حكم هو وجوب التطهير او ندبه بخلاف ما لو نزل من الراس الى ما لان من الانف لانه يجب غسله في الجنابة ومن النجاسة فينتقض[2] اھ۔

یہی بات عامہ علمائے کے ذہن میں نسل در نسل ثبت رہی مگر محقق علی الاطلاق امام ہمام کمال الدین محمد بن الہمام نے مندوب ہونے کا بھی اضافہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں: "اگر آنکھ کے اندر کسی زخم سے خون نکل کر آنکھ ہی کی دوسری جانب بہا تو وضو نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ اسے تطہیر کے وجوب یا ندب کا حکم لاحق نہیں ہوتا بخلاف اس صورت کے جب خون سر سے ناک کے نرم حصے میں اتر آئے کیوں کہ اسے جنابت میں اور کوئی نجاست لگنے سے دھونا واجب ہوتا ہے تو وہ ناقضِ وضو ہوگا اھ۔"

و تبعه تلميذه المحقق في الحلية قائلا بعد نقله ما ياتي عن

اور ان کے تلمیذ محقق نے حلیہ میں ان کا اتباع کیا اور اتقانی کے حوالے سے آنے والی

---

[1] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱

[2] فتح القدیر فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴

الاتقانی" فعلی هذا المراد ان یتجاوز الی موضع یجب طهارته او تندب کما اشرنا الیه انفا[1] اھ۔

قلت[۸۶] والاشارة فی قوله الی موضع یلحقه حکم التطهیر ای شرع فی حقه الحکم الذی هو التطهیر[2] اھ فان المشروع یعم المندوب۔

اقول[۸۷] وربما یترشح هذا التعمیم من النهایة ایضا فانه مع تصریحه بان المراد الوجوب کما تقدم فرع علیه بقوله حتی لو سال الدم الی قصبة الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابة فرض وفی الوضوء سنة وکذلک فی المبسوط[3] اھ۔ فان الاستنان لو لم یکف لکان ذکره عبثا الا ان یقال المراد انه وان لم یکن فی الوضوء الا سنة لکنه فی الغسل فرض فتحقق التجاوز الی ما یجب تطهیره فی الجملة

عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا: "تو اس بنا پر مراد یہ ہوگی کہ ایسی جگہ تجاوز کر جائے جس کی طہارت واجب یا مندوب ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس کی جانب ہم نے ابھی اشارہ کیا" اھ۔

قلت اشارہ — الی موضع یلحقه حکم التطهیر کے تحت — ان کی اس عبارت میں ہے "یعنی اس کے حق میں مشروع ہے وہ حکم جو تطہیر ہے اھ" — اس لئے کہ مشروع، مندوب کو بھی شامل ہے۔

اقول یہ تعمیم نہایہ سے بھی کچھ مترشح ہوتی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے وجوب مراد ہونے کی تصریح مذکور کے باوجود اس پر تفریع میں یہ لکھا ہے: "یہاں تک کہ خون اگر ناک کے بانسے کی طرف بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا کیونکہ استنشاق جنابت میں فرض اور وضو میں سنت ہے — ایسا ہی مبسوط میں ہے" اھ۔ اس لئے کہ سنت ہونا اگر کافی نہ ہوتا تو اس کا تذکرہ عبث ہوتا۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وضو میں اگرچہ صرف سنت ہے لیکن غسل میں فرض ہے تو ایسی جگہ تجاوز متحقق ہو گیا جس کی تطہیر فی الجملہ واجب ہے تو اس جملے (وضو میں سنت ہے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " "

[3] النہایۃ

فتکون زیادۃ ھذہ الجملۃ تحقیقا لقولہ ماسبق فی الجملۃ وھذا ھو الذی یتعین حمل کلامہ علیہ کیلا یخالف اٰخرہ اولہ۔

کا اضافہ دراصل اس لفظ "فی الجملہ" کی تحقیق قرار پائے گا جو پہلے ان کی عبارت میں آگیا ہے ــــ اسی معنی پر ان کے کلام کو محمول کرنا متعین ہے تاکہ اس کا آخری حصہ ابتدائی حصے کے مخالف نہ ہو۔

اقول ف وکذٰلک لظاھر کلام المحقق حیث اطلق تجاذب فی الاول والاٰخر فانہ عمم الندب ثم ذکر النزول الی مالان وعللہ بوجوب غسلہ فی الغسل ومعلوم ان المفھوم معتبر فی کلمات العلماء، ولو کان الحکم عندہ کذٰلک فی النزول الی ما اشتد کان الظاھر ان یذکرہ ویعللہ بندب غسلہ فی الغسل والوضوء کی یکون مثالا لما زاد من الندب ولا یوھم خلاف المرام لکنہ رحمہ اللہ تعالٰی لم یربدا من اتباع العامۃ فانھم انما صوروا المسألۃ ھکذا کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول اسی طرح محقق علی الاطلاق کے بھی ظاہر کلام کے اندر اول وآخر کے درمیان کشمکش پائی جاتی ہے ــــ کیوں کہ پہلے انہوں نے حکم کو ندب کے لئے بھی عام کر دیا پھر ناک کے نرم حصے تک خون اُتر آنے کا ذکر کیا اور غسل میں اس کا دھونا واجب ہونے سے علت بیان کی ــــ اور معلوم ہے کہ کلمات علما میں مفہوم معتبر ہوتا ہے۔ اگر ان کے نزدیک ناک کے سخت حصے تک اتر آنے کا حکم ایسا ہی ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ اسے ذکر کرتے اور غسل ووضو میں اسے دھونے کے مندوب ہونے سے اس کی تعلیل فرماتے تاکہ جو لفظ "ندب" انھوں نے بڑھایا اس کی ایک مثال ہو جاتی اور خلاف مقصود کا وہم نہ پیدا ہوتا ــــ لیکن حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے عامۂ علما کے اتباع سے کوئی مفر نہ دیکھا کیونکہ انھوں نے مسئلہ کی صورت اسی طرح رکھی ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی معلوم ہوگا۔

ف: تطفل ۵۵ علی الفتح۔

ثم لم ار من تبعه بعده غیر تلمیذه حتی اتی المحقق البحر فشیدار کانه فی بحره قائلا "انما فسرنا الحکم بالاعم من الواجب والمندوب لان مااشتد من الانف لاتجب طهارته اصلا بل تندب لما ان المبالغة فی الاستنشاق لغیر الصائم مسنونة" وقد صرح فی معراج الدرایة وغیره بانه اذا نزل الدم الی قصبة الانف نقض، وفی البدائع اذا نزل الدم الی صماخ الاذن یکون حدثا وفی الصحاح صماخ الاذن خرقها ولیس ذلک الا لکونه یندب تطهیره فی الغسل ونحوه، فقول بعضهم المراد ان یصل الی موضع تجب طهارته محمول علی ان المراد بالوجوب الثبوت، وقول الحدادی اذا نزل الدم الی قصبة الانف لاینقض محمول علی انه لم یصل الی مایسن ایصال الماء الیه فی الاستنشاق

پھر ان کے بعد ان کی تبعیت کرنے والا ان کے تلمیذ صاحب حلیہ کے سوا کسی کو میں نے نہ دیکھا یہاں تک کہ محقق صاحب بحر آئے تو انہوں نے البحرالرائق میں اس کے ستون مضبوط کئے اور فرمایا: "ہم نے حکم کی تفسیر اس سے کی جو واجب اور مندوب دونوں کو عام ہے اس لئے کہ ناک کے سخت حصے کی طہارت بالکل (یعنی وضو اور غسل کسی میں بھی) واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اس لئے کہ غیر روزہ دار کے لئے استنشاق میں مبالغہ (یعنی نرم حصے سے بڑھا کر سخت تک پانی چڑھا دینا) مندوب ہے — اور معراج الدرایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ خون جب ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقض وضو ہے — اور بدائع میں ہے: خون جب صماخِ گوش (کان کے سوراخ) تک اتر آئے تو حدث ثابت ہوجائے گا — صحاح میں صماخِ اذن کا معنیٰ کان کا شگاف لکھا ہے — اور یہ اسی لئے ہے کہ اس کی تطہیر غسل وغیرہ میں مندوب ہے — تو بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ "مراد ایسی جگہ پہنچنا ہے جس کی طہارت واجب ہے" — اس پر محمول ہوگا کہ واجب ہونے کا مطلب ثابت ہونا ہے — اور حدادی کی عبارت "اذا نزل الدم الی قصبة الانف لاینقض (خون جب ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقض نہیں)" اس پر محمول ہوگی کہ اس جگہ تک نہ پہنچے جہاں استنشاق میں پانی پہنچانا

توفیقا بین العبارات و قول من قال اذا نزل الدم الی مالان من الانف نقض لایقتضی عدم النقض اذا وصل الی مااشتد منہ الا بالمفہوم و الصریح بخلافہ و قد اوضحہ فی غایۃ البیان و العنایۃ والمراد بالوصول المذکور سیلانہ اھ[1]

مسنون ہے تاکہ عبارتوں میں تطبیق ہوجائے ـــــ اور بعض حضرات کے کلام میں آیا ہے کہ "جب خون ناک کے نرم حصے تک اتر آئے تو ناقضِ وضو ہے" اس کا تقاضا یہ نہیں کہ جب سخت حصّے تک پہنچے تو ناقضِ وضو نہیں مگر یہ کہ اس کا مفہوم لیا جائے حالاں کہ صریح اس کے برخلاف ہے اور غایۃ البیان وعنایہ میں اسے واضح طور پر لکھا ہے۔ اور وصول (پہنچنا) جو مذکور ہوا اس سے مراد سیلان (بہنا) ہے اھ۔

اقول[89] تاویلہ کلام الحدادی فی السراج الوھاج کانہ یرید بہ ان "الی" فی کلامہ لاخراج الغایۃ ای نزل الدم من الرأس و انتھی الی مبدء مااشتد من الانف من دون ان ینزل منہ شیئ فیہ، وھذا کان محتملا لولا ان الحدادی صرح فی مختصر سراجہ ان المراد بالحکم الوجوب وفرع علیہ تقیید الانتقاض بالنزول الی مالان کما تقدم وسیأتی عنہا ماھو انص واجلی

اقول حدادی کی عبارت سراج وہاج کی جو تاویل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب بحر یہ مراد لے رہے ہیں کہ عبارت سراج میں لفظ "الی" غایت کو خارج کرنے کیلئے ہے یعنی خون سر سے اُترے اور ناک کے سخت حصے کے شروع تک پہنچے خود اس حصے میں ذرا بھی نہ اُترے ـ یہ احتمال تو تھا اگر حدادی نے اپنی مختصر سراج میں یہ تصریح نہ کردی ہوتی کہ حکم سے وجوب مراد ہے اور اس پر تفریع کرتے ہوئے وضو ٹوٹنے کو خون کے نرم حصے تک اُتر آنے سے مقید نہ کیا ہوتا جیسا کہ گزرا اور آگے ان کی اس سے بھی زیادہ صریح اور روشن و

ف۵۵: تطفل علی البحر۔

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱و۳۲

وبرادخوہ وتلمیذہ العلامۃ عمر فی النھر الفائق بقولہ "وھذا وھم وانی یستدل بما فی المعراج وقد علل المسألۃ بما یمنع ھذا الاستخراج فقال ما لفظہ لونزل الدم الی قصبۃ الانف انتقض بخلاف البول اذا نزل الی قصبۃ الذکر ولم یظھر فانہ لم یصل الی موضع یلحقہ حکم التطھیر، وفی الانف وصل فان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض کذا فی المبسوط اھ، وقد افصح ھذا التعلیل عن کون المراد بالقصبۃ مالان منھا لانہ الذی یجب غسلہ فی الجنابۃ ولذا قال الشارح (ای شارح الکنز یرید الامام الزیلعی) لونزل الدم من الانف انتقض وضوؤہ اذا وصل الی مالان منہ لانہ یجب تطھیرہ وحمل الوجوب فی کلامہ علی الثبوت مما لاداعی الیہ وعلی ھذا فیجب ان یراد بالصماخ الخرق الذی یجب ایصال الماء الیہ فی الجنابۃ وبھذا اظھر ان کلامھم مناف لتلک الزیادۃ[1] اھ کلام النھر۔

واضح عبارت آرہی ہے۔ صاحبِ بحر کی تردید میں ان کے برادر اور تلمیذ علامہ عمر نے النہر الفائق میں یہ لکھا ہے: "یہ وہم ہے اور معراج کی عبارت سے استدلال کیا، جبکہ اس میں مسئلہ کی تعلیل ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے جو یہ مطلب لینے سے مانع ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: خون اگر ناک کے بانسے تک اُتر آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا برخلاف اس صورت کے جب پیشاب ذکر کی نالی تک اُتر آئے اور ظاہر نہ ہو، اس لئے کہ یہ ایسی جگہ نہ پہنچا جسے تطہیر کا حکم ہے اور ناک میں ایسی جگہ پہنچ گیا اس لئے کہ جنابت میں استنشاق فرض ہے، ایسا ہی مبسوط میں ہے اھ۔ اس تعلیل نے تو صاف بتادیا کہ بانسے سے مراد اس کا نرم حصّہ ہے اس لئے کہ یہی وہ ہے جسے جنابت میں دھونا واجب ہے۔ اسی لئے شارح فرماتے ہیں (یعنی کنز الدقائق کے شارح مراد ہیں امام زیلعی): اگر خون ناک سے اترا تو وضو ٹوٹ جائے گا جب اس کے نرم حصّے تک پہنچ گیا ہو اس لئے کہ اس کی تطہیر واجب ہے۔ اور ان کے کلام میں لفظ وجوب کو معنی ثبوت پر محمول کرنے کا کوئی داعی نہیں۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ صماخ سے وہ شگاف مراد ہو جہاں جنابت میں پانی پہنچانا واجب ہے اُسی سے واضح ہوگیا کہ ان حضرات کی عبارتیں اُس اضافے (ندب) کے منافی ہیں اھ نہر کی عبارت ختم۔

[1] النہر الفائق کتاب الطہارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲

اقول[90] ف[1] كفى بابداء التوفيق
بين كلماتهم داعيا اليه ان امكن[91]
وكلام المعراج ف[2] ان لم يثبت الزيادة
فلاينفيها و[92] ف[3] كلام الشارح انما ينافى
بلحاظ مفهوم المخالفة وقد اجاب
عنه البحر بان المفهوم
لايعارض الصريح فيجب عنده
ان يراد ان المفهوم غير مراد
كى لاتتعارض كلمات
الاسياد۔

نعم فى الاستناد بالمعراج
منع ظاهر فان ظاهر قوله نزل الى
قصبة الانف وان كان مفيد
التعميم مااشتد ومالان فان
بالنزول الى مااشتد يتحقق
النزول الى القصبة قطعا وان
لم يصل الى المارن لكن يكدره تعليله
اخرا بافتراض الاستنشاق كما
ذكره فى النهر۔

اقول[93] ف[4] لاسيما وقد ترك

اقول داعی ہونے کے لئے ان حضرات
کی عبارتوں میں بشرطِ امکان تطبیق پیدا کرنے کا
مقصد کافی ہے ۔ اور معراج کی عبارت اگر اس
اضافے کو ثابت نہیں کرتی تو اس کی تردید بھی نہیں
کرتی ۔ اور شارح (امام زیلعی) کے کلام میں
مفہوم مخالفت کا لحاظ کیا جائے جب ہی وہ اس کے
منافی ہوگا۔ صاحب بحر اس کا جواب دے چکے
ہیں کہ مفہوم، صریح کے معارض و مقابل نہیں ہوتا تو
ان کے نزدیک ضروری ہے کہ مفہوم مراد نہ ہوتا کہ
ان حضرات کے کلام میں تعارض نہ ہوسکے ۔

ہاں معراج سے استناد پر کھلا ہوا منع وارد
ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ ان کا ظاہر کلام
"ناک کے بانسے تک اترے" اگرچہ سخت و نرم
دونوں حصوں کی تعمیم کا افادہ کر رہا ہے کیونکہ سخت
حصے میں اترنے سے بھی بانسے میں اترنا قطعاً
متحقق ہوجاتا ہے اگرچہ نرم حصے تک نہ پہنچے لیکن
یہ تعمیم مکدر اور نامقبول ہوجاتی ہے جب آخر میں
وہ اس کی علت استنشاق کی فرضیت سے بیان
کرتے ہیں جیسا کہ نہر میں ذکر کیا۔

اقول ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ

ف۱: تطفل[90] على النهر
ف۲: تطفل[91] اٰخر عليه
ف۳: تطفل[92] ثالث عليه
ف۴: تطفل[93] اٰخر على البحر بتأييد كلام النهر۔

على ما نقل فى النهر من كلام المبسوط لفظة وفى الوضوء سنة كما تقدم نقله عن الحلية عن النهاية عن المبسوط فلو كان مراده العموم لما ترك ما يفيده واقتصر على ما لا يعطيه۔

مبسوط میں یہ الفاظ بھی تھے کہ "اور وضو میں سنت ہے" جیسا کہ حلیہ کی عبارت میں بواسطۂ نہایہ، مبسوط سے نقل گزری لیکن جیسا کہ نہر نے نقل کیا معراج میں مبسوط کے وہ الفاظ ترک کر دیے ہیں تو اگر صاحبِ معراج کا مقصود عموم ہوتا تو اس کا افادہ کرنے والے الفاظ وہ ترک کر کے صرف اس قدر پر اکتفا نہ کرتے جو عموم کا معنیٰ نہیں دیتی۔

وانتصر العلامة الشامی للبحر الرائق فی منحة الخالق فقال "يتعين ان يحمل قول المعراج فان الاستنشاق فى الجنابة فرض على معنى ان اصل الاستنشاق فرض وان يبقى اول كلامه على ظاهره من غير تاويل[1] الخ"

علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں البحر الرائق کی حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ: عبارت معراج؛ "استنشاق جنابت میں فرض ہے" کو اصل استنشاق فرض ہونے کے معنی پر محمول کرنا اور اس کی ابتدائی عبارت کو بغیر کسی تاویل کے ظاہر پر باقی رکھنا متعین ہے الخ۔

اقول ۹۳ ف[1] كيف يخالف بين محمليهما مع ان أخره على اوله دليل قال "لما سيأتى قريبا عن غاية البيان ان النقض بالوصول الى قصبة الانف قول اصحابنا وان اشتراط الوصول الى ما لان منه قول زفر[2] الخ۔"

اقول دونوں کے مطلب میں مخالفت کیسے ہوگی جبکہ آخر کلام کو اوّل کی دلیل بنایا ہے آگے اپنی تائید میں علامہ شامی یہ لکھتے ہیں، اس لئے کہ آگے غایۃ البیان کے حوالے سے آرہا ہے کہ ناک کے بانسے تک خون پہنچ آنے سے وضو ٹوٹ جانا ہمارے اصحاب کا قول ہے اور نرم حصے تک پہنچنے کی شرط امام زفر کا قول ہے الخ۔

ف ۹۳: معروضة على العلامة الشامی۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱و۳۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۲

اقول^(95) ف^1 هذا کان له محل لو ان المعراج کان هو المتفرد بهذا فکان یجب رد کلامه الی وفاق الجمهور مهما امکن لکن عامة الکتب مصرحة ههنا بتقیید النقض بمالان کما ستسمعه ان شاء اللہ تعالٰی فجعلهم جمیعا غافلین عما حکی الاتقانی فی غایة البیان فی غایة البعد غایة الامران یحمل علی اختلاف الروایات فانی یجب رد ما فی المعراج الی ما فی الغایة۔

اقول اس کا موقع تھا اگر تنہا صاحبِ معراج اس خصوص کے قائل ہوتے، ایسی صورت میں جہاں تک ہو سکے ان کے کلام کو جمہور کی موافقت کی جانب پھیرنا واجب ہوتا، لیکن عامہ کتب نے وضو ٹوٹنے کو نرم حصے تک پہنچنے سے صراحۃً مقید کیا ہے ــــ جیسا کہ ان شاء اللہ آگے ان کی عبارتیں پیش ہوں گی ــــ تو اتقانی نے غایۃ البیان میں جو حکایت کی ہے اس سے سب ہی کو غافل ٹھہرانا انتہائی بعید ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اختلافِ روایات مانا جائے پھر عبارتِ معراج کو عبارتِ غایہ کی جانب پھیرنا کیسے ضروری ہوگا۔

ثم^(96) ف^2 علی هذا ایضا انما کان السبیل ان یحمل کلامه اولا واخرا علی بیان ما اذا نزل الی مالان والسکوت عما نزل الی ما اشتد کما اختاره البحر لا ان یجعل اٰخر کلامه مخالفا لاوله مع کونهما مطلبا ودلیلا۔

پھر اس بنیاد پر بھی راہ یہی تھی کہ کلامِ معراج اوّل وآخر دونوں جگہ نرم حصہ تک خون اترنے سے متعلق حکم کے بیان اور سخت حصے تک اترنے سے متعلق سکوت پر محمول کیا جائے جیسا کہ بحر نے اختیار کیا، نہ یہ کہ آخر کلام کو اول کے خلاف بنایا جائے باوجودے کہ ایک مدعا ہے دوسرا دلیل۔

قال وان قول من قال اذا وصل الی مالان منه لبیان الاتفاق وکان صاحب النهر لم یطلع علی ذلك

علامہ شامی آگے فرماتے ہیں: اور جس نے یہ لکھا ہے کہ "جب خون نرم حصے تک پہنچ جائے" اس کا مقصد ایسی صورت رکھنا ہے جس پر امام زفر کا بھی اتفاق ہو ــــ شاید صاحبِ نہر

ف^1: معروضة^(64) اخری علی العلامة ش۔

ف^2: معروضة^(65) ثالثة علیه۔

حتی قال ما قال[1] اھ۔

اقول[۹۷] ھذا انما یتمشی فی عبارۃ الھدایۃ وفیھا کلام الاتقانی دون سائر العبارات المتظافرۃ الا فی بعضھا بتعسف شدید ھذا۔

ولنأت علی ما ذکر الاتقانی فاعلم ان الامام برھان الدین قال فی الھدایۃ فی صدر الفصل المعانی الناقضۃ للوضوء کل ما یخرج من السبیلین والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر[2] ثم ذکر مسائل القیئ الی ان ذکر قیئ الدم، ثم قال ولو نزل من الرأس الی مالان من الانف نقض بالاتفاق لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطھیر فیتحقق الخروج[3] اھ۔

قال العلامۃ الاتقانی قولہ الی

اس (تصریح غایۃ البیان) سے آگاہ نہ ہوئے اور وہ سب کہہ گئے اھ۔

اقول یہ توجیہ صرف ہدایہ کی عبارت میں چل سکتی ہے اسی کے بارے میں اتقانی کی گفتگو بھی ہے۔ دوسری بہت ساری عبارتوں میں یہ توجیہ نہیں ہوسکتی ہاں بعض میں شدید تکلف کے بعد ممکن ہے ــــ یہ بحث تمام ہوئی۔

اب ہم اس پر آتے ہیں جو اتقانی نے ذکر کیا۔ پہلے یہ جان لیجئے کہ امام برہان الدین نے فصل نواقضِ وضو کے شروع میں فرمایا: "ہر وہ چیز جو سبیلین سے خارج ہو۔ اور خون اور پیپ جب یہ دونوں، بدن سے نکل کر کسی ایسی جگہ تجاوز کرجائیں جسے تطہیر کا حکم لاحق ہے" ــــ پھر قَے کے مسائل بیان کئے یہاں تک کہ خون کی قے کا ذکر کیا، پھر فرمایا: "اور اگر سر سے ناک کے اس حصے تک اُتر آئے جو نرم ہے تو بالاتفاق ناقضِ وضو ہے کیونکہ خون ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے تو خروج متحقق ہوجائے گا" اھ۔

علامہ اتقانی لکھتے ہیں: ان کی عبارت

ف[۹۷]: معروضۃ رابعۃ علیہ۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲
[2] الہدایۃ کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۸
[3] " " " " " " " " " " ۱/ ۱۰

مالان من الانف ای الی المارن وما بمعنی الذی فان قلت لم قید بھذا القید مع ان الروایة مسطورة فی الکتب عن اصحابنا ان الدم اذا نزل الی قصبة الانف ینقض الوضوء و لاحاجة الی ان ینزل الی مالان من الانف فای فائدة فی ھذا القید اذن سوی التکرار بلافائدة لان ھذا الحکم قد علم فی اول الفصل من قولہ والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع یلحقہ حکم التطھیر قلت بیّنّا لاتفاق اصحابنا جمیعا لان عند زفر لاینتقض الوضوء مالم ینزل الدم الی مالان من الانف لعدم الظھور قبل ذٰلک اھ (قال فی المنحة بعد نقلہ وھو شاھد قوی علی ما قالہ (ای صاحب البحر) فلا تغتر بتزییف صاحب النھر، واللہ تعالٰی ولی التوفیق اھ[1]

وذکر مثل کلامہ الذی نقلنا ھھنا مع قلیل زیادة فی رسالتہ الفوائد المخصصة واورد خلاصتہ

"الی مالان من الانف — ناک کے اس حصے تک اُتر آئے جو نرم ہے"۔ اس سے مراد "مارن" (نرمہ) ہے۔ اور "ما" بمعنی الذی ہے۔ اگر اعتراض ہو کہ یہ قید کیوں لگائی جب کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں میں روایت یوں لکھی ہوئی ہے کہ خون جب ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقضِ وضو ہے۔ اور اس کی ضرورت نہیں کہ ناک کے نرم حصے تک اُترے ایسی صورت میں اس قید کا کیا فائدہ؟ سوا اس کے کہ بے سُود تکرار ہو کیونکہ یہ حکم تو وہیں معلوم ہو گیا جو شروع فصل میں فرمایا: "اور خون اور پیپ جب یہ بدن سے نکل کر کسی ایسی جگہ تجاوز کر جائیں جسے تطہیر کا حکم لاحق ہے" — تو میں کہوں گا یہ اس صورت کا بیان ہے جس میں ہمارے تمام اصحاب کا اتفاق ہے اس لئے کہ امام زفر کے نزدیک جب تک نرم حصے تک نہ اُترے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ اس سے پہلے ظہور ثابت نہیں ہوتا اھ اسے علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نقل کرنے کے بعد فرمایا: یہ صاحبِ بحر کے کلام پر قوی شاہد ہے تو صاحبِ نہر کی تردید سے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اور خدائے تعالٰی کی توفیق کا مالک ہے اھ۔

اسی طرح کی بات علامہ شامی نے تھوڑے اضافے کے ساتھ اپنے رسالہ "الفوائد المخصصہ" میں بھی ذکر کی ہے — اس کا خلاصہ ردالمحتار

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

فی ردالمحتار وختمه بقوله[1] فهذا صریح فی ان المراد بالقصبة ما اشتد فاغتنم هذا التحریر المفرد[1] الخ۔

اقول[98] (ف1) نعم هو صریح فی ان المراد فی تلك الروایة ما اشتد، اما عبارة المعراج التی فیها کلام البحر والنهر ولا مساغ فیها للحمل علی ما اشتد للزوم الاختلاف بین الدلیل والمدعی کما علمت فالحق ان استناد البحر بها لیس فی محله۔

ثم اقول[99] (ف2) ان کان مراد الهدایة بالحکم الوجوب کما هو المتبادر من کلامه فانه انما جعله واصلا الی ما یلحقه حکم التطهیر بعد نزوله الی مالان، فمعلوم ان المارن داخل من وجه وخارج من وجه یلحقه حکم التطهیر فی الغسل ولا یلحقه فی الوضوء فالتنصیص علی مثل هذا لا یعد عبثا ولا تکرارا فیسقط سوال الغایة من رأسه۔

میں بھی لکھا ہے اور اسے اس عبارت پر ختم کیا ہے: "تو یہ اس بارے میں صریح ہے کہ بانسے سے مراد اس کا سخت حصہ ہے۔ اس منفرد تحریر کو غنیمت جانو" الخ

اقول ہاں یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اس روایت میں سخت حصہ ہی مراد ہے۔ لیکن عبارت معراج جس میں بحر ونہر کی گفتگو ہے اسے "سخت حصے" پر محمول کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے کہ دلیل اور دعوے کے درمیان اختلاف لازم آتا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا۔ تو حق یہی ہے کہ اس سے بحر کا استناد بے جا ہے۔

ثم اقول اگر حکم سے ہدایہ کی مراد وجوب ہو جیسا کہ اس کی عبارت سے یہی متبادر ہے ــــ کیونکہ اس میں خون کو نرم حصے تک پہنچنے کے بعد ہی اس جگہ تک پہنچنے والا قرار دیا ہے جسے حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے ــــ تو یہ معلوم ہے کہ نرمہ ایک طرح سے داخل ہے اور ایک طرح سے خارج ہے، غسل میں اسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے اور وضو میں لاحق نہیں ہوتا اس لئے ایسی چیز سے متعلق تصریح کردینے کو بے فائدہ اور تکرار شمار نہ کیا جائے گا ــــ تو غایۃ البیان کا اعتراض ہی سرے سے ساقط ہے۔

ف1: معروضة خامسة علیه۔

ف2: تطفل[6] علی العلامة الاتقانی۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱

ف۱ وعلى هذا فالعجب من العلامة صاحب العناية رحمه الله تعالى حيث صرح ان المراد بالحكم الوجوب ثم تبع الغاية في ايراد هذا السؤال والجواب وزاد ان قوله (اى قول الهداية) لوصوله الى موضع يلحقه حكم التطهير يعنى بالاتفاق لعدم الظهور قبل ذلك عند زفر[1] اھ

اس تفصیل کے پیشِ نظر علامہ صاحبِ عنایہ رحمہ اللہ تعالٰی پر تعجب ہے کہ انھوں نے حکم سے وجوب مراد ہونے کی تصریح کی پھر بھی یہ اعتراض و جواب ذکر کرنے میں غایۃ البیان کی پیروی کرلی اور مزید یہ لکھا کہ، عبارت ہدایہ "لوصولہ الخ ــ کیونکہ خون ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے" ــ اس سے مراد یہ کہ ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم بالاتفاق ہے۔ کیونکہ نرم حصے تک پہنچنے سے پہلے امام زفر کے نزدیک ظہور ثابت نہیں ہوتا اھ۔

واعترضه العلامة سعدى افندى في حاشيته عليها قائلا "فيه بحث"[2] اھ ولم يبين وجهه۔

اس پر علامہ سعدی آفندی نے اپنے حاشیہ عنایہ میں یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ "اس میں بحث ہے"۔ اور وجہ بحث بیان نہ کی۔

اقول ف۲ وجه التقرير على هذا التقدير ان ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم يعتبرون السيلان الى ما يلحقه حكم التطهير ولو ندبا وزفر وان اجتزأ بمجرد الظهور لكن يجب عنده الوصول الى ما هو ظاهر البدن اذ لا ظهور قبل ذلك فما دام الدم في ما اشتد

اقول اس تقدیر پر صورت تقریر یہ ہوگی کہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اس جگہ بہنے کا اعتبار کرتے ہیں جسے تطہیر کا حکم ہو اگرچہ بطور ندب ہو۔ اور امام زفر نے اگرچہ خون بہنے کے بجائے صرف ظاہر ہونے پر اکتفا کیا ہے لیکن ان کے نزدیک ایسی جگہ پہنچنا واجب ہے جو ظاہر بدن ہو کیونکہ ظہور اس سے پہلے ہوگا ہی نہیں۔ تو خون جب تک

ف۱: تطفل ۶۹ على العناية۔

ف۲: تطفل ۷۰ على العلامة سعدى افندى۔

---

[1] العناية شرح الهداية على ہامش فتح القدير كتاب الطهارة فصل في نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲

[2] حاشیۃ سعدی آفندی " " " " " " " " " " " " " "

من الانف سائلا فیه غیر واصل الی مالان یتحقق الناقض عند الائمة لندب غسله فی الغسل والوضوء لا عند الامام زفر لان ما اشتد لیس من ظاهر البدن عند احد فلا یتحقق الظهور اما اذا تجاوز حتی اذا وصل الی الحرف الاول مما لان فقد تحقق الناقض علی القولین اما علی قول الائمة فظاهر واما علی قول زفر فلظهوره علی ظاهر البدن فیتحقق الخروج۔

ناک کے سخت حصے میں بہہ رہا ہے نرم حصے تک پہنچا نہیں ہے اس وقت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناقض متحقق ہے اس لئے کہ غسل و وضو میں اس حصے کو دھونا مندوب ہے جبکہ امام زفر کے نزدیک ناقض متحقق نہیں کیونکہ سخت حصہ کسی کے نزدیک ظاہر بدن میں شمار نہیں تو ظہور ثابت نہیں لیکن جب ذرا آگے بڑھ کر نرم حصے کے پہلے کنارے تک پہنچ جائے تو دونوں ہی قول پر ناقض متحقق ہوگیا۔ قولِ ائمہ پر تو ظاہر ہے۔ اور قول امام زفر پر اس لئے کہ خون ظاہر بدن پر ظاہر ہوگیا تو خروج متحقق ہو جائے گا۔

فقوله لوصوله الخ یعنی بالاتفاق فان مراد زفر بالوصول مجرد الظهور وبما یلحقه حکم التطهیر ظاهر البدن ومراد الائمة بالوصول السیلان ومایلحقه التطهیر ما شرع تطهیره ولوندبا فاذا وصل الی هنا حصل الوصول بالمعنیین الی ما یطهر علی القولین وهذا تقریر صاف وافٍ لا بحث فیه ولا غبار علیه۔

اب کلام عنایہ میں جو آیا کہ فقولہ لوصولہ الخ یعنی بالاتفاق اس کا مطلب واضح ہے اس لئے کہ پہنچنے سے امام زفر کی مراد محض ظاہر ہونا ہے اور "جسے حکم تطہیر لاحق ہے" سے ان کی مراد ظاہر بدن ہے۔ اور پہنچنے سے ائمہ کی مراد بہنا ہے اور "جسے حکم تطہیر لاحق" سے ان کی مراد وہ جس کی تطہیر مشروع ہے اگرچہ ندب کے طور پر ہو تو خون جب نرم حصے تک پہنچ گیا تو دونوں قول کے مطابق جسے حکم تطہیر لاحق ہے اس تک پہنچنے کا دونوں معنی حاصل ہوگیا ـــــ یہ صافی وافی تقریر ہے جس میں نہ کوئی بحث ہے اور نہ اس پر کوئی غبار ہے۔

بقی الفحص عن الروایة **اقول**[۱۰۱] لانمتری ان صاحب الغایة ثقة الی الغایة وقد اعتمد کلامه فی العنایة وجزم به فی الحلیة حتی حکم باعتماده علی صاحب المنیة و

اب رہی روایت کی تفتیش **اقول** ہم اس میں شک نہیں رکھتے کہ صاحب غایہ نہایت درجہ ثقہ ہیں، ان کے کلام پر صاحب عنایہ نے اعتماد کیا، اور اس پر صاحب حلیہ نے جزم کیا یہاں تک کہ ان پر اعتماد کر کے صاحب منیہ، اور

على من هو اجل و اكبر اعنى الامام برهان الدين محمود صاحب الذخيرة انهما مشيا ههنا على قول زفر۔

لكن الذى رأيته فيما بيدى من الكتب هو المشى على التقييد والحكم عليهم جميعا انهم اغفلوا المذهب و مشوا على قول زفر فى غاية الاشكال۔

وقد اسمعناك نصوص المنية والجوهرة والتبيين و معراج الدراية بل والفتح و العناية و النهاية، وفى الجوهرة ايضا "لوسال الدم الى مالان من الانف والانف مسدودة نقض[1] اھ" وفيها ايضا "احترز بقوله حكم التطهير عن داخل العين وباطن الجرح وقصبة الانف[2] اھ"۔

وفى خزانة المفتين للامام السمعانى رامزا على ما فى نسختى خ للخلاصة اذا دخل اصبعه فى انفه فدميت اصبعه ان نزل الدم من قصبة الانف نقض وان كان من داخل الانف لا[3] اھ۔

ان سے بھی برتر و بزرگ امام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ کے خلاف فیصلہ کر دیا کہ یہ دونوں حضرات یہاں امام زفر کے قول پر چلے گئے ہیں۔

لیکن مجھے جو کتابیں دستیاب ہیں ان میں میں نے تقیید ہی پر مشی پائی۔ اور سب کے خلاف یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حضرات مذہب کو براہِ غفلت چھوڑ کر امام زفر کے قول پر چلے گئے، انتہائی مشکل امر ہے۔

ہم (۱) منیہ (۲) جوہرہ (۳) تبیین (۴) معراج الدرایہ (۵) بلکہ فتح القدیر (۶) عنایہ (۷) اور نہایہ کی عبارتیں پیش کر چکے ہیں، اور جوہرہ میں یہ دو عبارتیں اور ہیں:

(ل) اگر ناک بند ہے اور خون ناک کے نرم حصے تک بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا۔

(ب) حکمِ تطہیر کہہ کر آنکھ کے اندرونی حصے، زخم کے اندرونی حصے اور ناک کے بانسے سے احتراز کیا ہے اھ۔

(۸) امام سمعانی کی خزانۃ المفتین میں جیسا کہ میرے نسخے میں ہے خلاصہ کے حوالہ کے لئے خ کا رمز دے کر نقل کیا ہے: "ناک میں انگلی ڈالی انگلی خون آلود ہوگئی، اگر خون ناک کے بانسے سے اترا ہے تو ناقض ہے اور اگر ناک کے داخلی حصے سے اترا ہے تو نہیں"۔ اھ

---

[1] الجوہرۃ النیرہ کتاب الطہارۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۹
[2] " " " " " " ۱/۹
[3] خزانۃ المفتین " " فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ۱/۴

وفیہا رمزان للنوازل الرعاف اذا نزل الی مالان من الانف نقض[1] اھ، وفی جامع الرموز اذا نزل الدم الی الانف فسد مالان منہ حتی لاینزل فانہ لاینقض[2] اھ وقال الامام الاجل محمود فی الذخیرۃ علی ما نقل عنہا فی الحلیۃ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ ادخل اصبعہ فی انفہ فلما اخرجہ رأی علی انملتہ دما فمسح ثم قام فصلی وتاویلہ عندنا اذا بالغ حتی جاوز مالان من انفہ الی ماصلب وکان الدم فیما صلب من انفہ وکان قلیلا بحیث لوترکہ لاینزل الی موضع اللین فمثلہ لیس بناقض[3] اھ وکذلک صرح بہ الامام الشہید ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی فی الملتقط قال فی الہندیۃ لونزل الدم من الرأس الی موضع یلحقہ حکم التطہیر من الانف والاذنین نقض الوضوء کذا فی المحیط

(۹) اور اسی میں نوازل کے لئے "ن" کا رمز لگا کر نقل کیا ہے: "جب ناک کے نرم حصے تک اتر آئے تو ناقض ہے۔" اھ

(۱۰) اور جامع الرموز میں ہے: "خون ناک کی طرف اترا تو نرم حصے کو کسی چیز سے بند کر دیا تاکہ اس میں نہ اتر آئے تو ایسی صورت میں وضو نہ ٹوٹے گا۔" اھ۔

(۱۱) امام محمود ذخیرہ میں فرماتے ہیں جیسا کہ حلیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ناک میں انگلی ڈال کر نکالی تو پورے پر خون نظر آیا اسے پونچھ دیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی ۔۔ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انگلی ناک کے اندر داخل کرنے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ نرم حصے سے تجاوز کر کے سخت حصے تک پہنچ گئی، سخت حصے میں خون تھا، اور اتنا قلیل تھا کہ چھوڑ دینے پر نرم حصے تک نہ اُترتا تو ایسی صورت میں وہ خون ناقض نہیں" اھ۔

(۱۲) اسی طرح امام شہید ناصر الدین محمد بن یوسف حسینی نے ملتقط میں اس کی صراحت فرمائی۔

(۱۳) ہندیہ میں ہے: "اگر خون سر سے ناک یا کانوں کی ایسی جگہ تک اُتر آیا جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ ایسا ہی محیط میں ہے"

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ۱/۴

[2] جامع الرموز " مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۴

[3] الذخیرۃ

والموضع الذی یلحقه حکم التطهیر من الانف مالان منه کذا فی الملتقط[1]۔

اور ناک کی وہ جگہ جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے، اس کا نرم حصہ ہے۔ ایسا ہی ملتقط میں ہے اھ۔

(۱۴) وقال الامام الاجل فقیه النفس فی الخانیة لونزل الدم من الرأس الی مالان من الانف ولم یظهر علی الارنبة نقض الوضوء[2]۔

(۱۴) امام جلیل فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں: خون اگر سر سے ناک کے نرم حصے تک اتر آیا اور بانسے کے اوپر ظاہر نہ ہُوا تو وضو ٹوٹ گیا اھ۔

(۱۵) وقال البرجندی مستشکلا عبارة النقایة سال الی مایطهر مانصه یخدشه انه اذا خرج الدم من اقصی الانف وسال حتی بلغ مالان منه ولم یسل علیه ینبغی علی هذا ان یکون ناقضا لانه خرج الی مایطهر وسال ولیس کذلک الا ان یقال المراد من النجس النجس بالفعل ومثل هذا الدم لیس بنجس بالفعل او یقال المراد انه سال بعد الخروج الی مایطهر علی ماهو المتبادر من العبارة[3] اھ۔

(۱۵) برجندی نے عبارت نقایہ "سال الی مایطھر — ایسی جگہ بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے" پر اشکال پیش کرتے ہوئے کہا: یہ اس بات سے مخدوش ہو رہی ہے کہ جب خون ناک کے آخری سرے سے نکلا اور بہہ کر نرم حصے تک پہنچا اور اس پر نہ بہا تو اس بنیاد پر چاہیے کہ وہ ناقض ہو اس لئے کہ وہ ایسی جگہ کی طرف نکلا اور بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے — حالاں کہ وہ ناقض نہیں ہے — مگر یہ کہا جائے کہ نجس سے مراد نجس بالفعل ہے اور ایسا خون بالفعل نجس نہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ وہ نکلنے کے بعد ایسی جگہ کی طرف بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے جیسا کہ عبارت سے متبادر ہے اھ۔

(۱۶) وقال العلامة مولٰی خسرو فی الدرر قوله الی مایطهر احتراز عما اذا سال الدم الی مافوق المارن من الانف بخلاف ما اذا سال الی المارن لان الاستنشاق

(۱۶) علامہ مولٰی خسرو نے درر الحکام میں فرمایا: عبارت متن "الی مایطھر" میں اس صورت سے احتراز ہے جب خون ناک کے نرمے سے اوپر تک بہہ آئے بخلاف اس صورت کے جب نرمے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارت الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں " فصل فیما ینقض الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸

[3] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الطھارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱

فی الجنابة فرض اھ[1]۔

تک بہہ آئے اس لئے کہ استنشاق جنابت میں فرض ہے"۔ اھ

اقول[ف] والعجب من العلامة الجلیل ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی حیث حاول فی غنیتہ تحویل ھذا التصریح الی ما اختارہ تبعا للفتح والبحر من ان الحکم یعم الندب حیث قال فی مراقیہ "السیلان فی غیر السبیلین بتجاوز النجاسة الی محل یطلب تطہیرہ ولو ندبا فلا ینقض دم سال داخل العین بخلاف ما صلب من الانف اھ[2]۔

اقول علامہ جلیل ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انھوں نے اپنے حاشیہ غنیہ ذوی الاحکام میں اس کی تصریح کو فتح اور بحر کی تبعیت میں اپنے اختیار کردہ اس مسلک کی طرف پھیرنے کی کوشش کی ہے کہ حکم، ندب کو بھی شامل ہے کیونکہ انھوں نے مراقی الفلاح میں لکھا ہے: "سبیلین کے علاوہ میں سیلان کا معنٰی یوں ثابت ہوگا کہ نجاست ایسی جگہ تجاوز کر جائے جس کی تطہیر مطلوب ہوتی ہے اگرچہ ندب کے طور پر ہو تو آنکھ کے اندر بہنے والا خون ناقض نہیں بخلاف اس کے جو ناک کے سخت حصے میں بہے اھ۔

فقال رحمہ اللہ تعالٰی قولہ عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف یعنی اقصاہ لا ماقرب من الارنبة فان غسلہ مسنون فینتقض الوضوء بسیلان الدم فیہ اھ[3]۔

تو وہ عبارت درر کے تحت غنیہ میں یوں لکھتے ہیں: "ان کا قول" اس صورت سے احتراز ہے جب خون ناک کے نرمہ سے اوپر تک بہہ آئے"۔ اس سے مراد آخری سرا ہے وہ نہیں جو نرم حصے سے قریب ہے کیونکہ اس کا دھونا مسنون ہے تو اس کے اندر خون بہنے سے وضو ٹوٹ جائے گا"۔ اھ۔

ف: تطفل[1] علی العلامة الشرنبلالی۔

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارة نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] مراقی الفلاح " " " دار الکتب العلمیة بیروت ص ۸۷

[3] غنیة ذوی الاحکام علی ہامش درر الحکام " نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

وانت تعلم ان هذا تبدیل لا تاویل وبالجملۃ عامۃ الکتب علی ما ترٰی نعم فی الخلاصۃ ان رعف فنزل الدم الی قصبۃ انفہ نقض وضوءہ[1] وفی البزازیۃ نزول الرعاف الٰی قصبۃ الانف ناقض[2] اھ وظاھرہ کما قدمنا یعم ما صلب لکن البزازیۃ کانھا خلاصۃ الخلاصۃ کما یظھر علی من طالعھما واذا کان فی الخلاصۃ ما نقل عنہ فی خزانۃ المفتین علی ما فی نسختی ظھر مرادھا لکن لم اجدہ فی نسختی الخلاصۃ وقد وجدت نسخہا مختلفات بنقص و زیادۃ قلیلا و تقدیم و تاخیر کثیرا، فاللہ تعالٰی اعلم۔

ناظر پر عیاں ہے کہ یہ تبدیل ہے تاویل نہیں — الحاصل عامۂ کتب تقیید پر ہیں جیسا کہ سامنے ہے۔ ہاں خلاصہ میں یہ لکھا ہے: "اگر نکسیر پھوٹی اور خون ناک کے بانسے تک اتر آیا تو وضو ٹوٹ گیا" اھ۔ اور بزازیہ میں ہے: ناک کے بانسے تک نکسیر اترآنا ناقض وضو ہے اھ۔ ان عبارتوں کا ظاہر جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا سخت حصے کو بھی شامل ہے۔ لیکن بزازیہ، خلاصہ کا گویا خلاصہ ہے جیسا کہ دونوں کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے اور جب خلاصہ میں وہ عبارت ہے جو خزانۃ المفتین میں اس سے نقل ہوئی جیسا کہ خزانہ کے میرے نسخہ میں ہے تو خلاصہ کی مراد ظاہر ہے لیکن یہ عبارت خلاصہ کے میرے نسخے میں نہ ملی۔ اور میں نے اس کے نسخے بہت مختلف پائے ہیں جن میں کہیں کہیں کمی بیشی کا فرق ہوتا ہے اور تقدیم و تاخیر کا فرق تو بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ولعلک تقول ما الذی تحصل تلک النقول والام اٰل الامر فی اختلاف البحر والنھر وھل ثمہ ما یکشف الغمۃ اقول[103] کان باب التوفیق مفتوحا کما اشرنا الٰی بعضہ لولا ان مع البحر روایۃ الاتقانی

شاید آپ کہیں ان نقول کا حاصل اور بحر و نہر کے اختلاف میں انجام کار کیا ہوا؟ کیا یہاں کوئی ایسی صورت بھی ہے جس سے یہ مشکل حل ہو؟ **اقول** تطبیق کا دروازہ تو کھلا ہوا تھا — جیسا کہ ہم نے کچھ تطبیق کا اشارہ بھی کیا — اگر بحر کی ہم نوائی میں اتقانی کی روایت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۵

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۲

مع تبعية العناية وجزم الحلية وهو مفسّر لايقبل التاويل و يقرب منه نص الفتح بتعميم الندب ومع النهر ما اسلفنا من كثرة النصوص فى كلتا المسألتين القصر على الوجوب والتقييد بالمارن وفيها سبعة نصوص مفسرات أبيات عن التاويل كلام الذخيرة والملتقط والخزانة عن الخلاصة وثالث عبارات الجوهرة والبرجندى وجامع الرموز و الدرر فلا امكان للتطبيق والحمل على اختلاف الرواية أيسر من نسبة احد الفريقين الى الخطاء والغلط والغفلة والشطط فالذى تحرر عندى ان ههنا عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم روايتين، رواية النقض بالسيلان فى ما صلب وان لم يصل الى مالان وهى التى عرفناها باعتماد اتقان الاتقانى و عليها يجب تعميم الحكم الندب وهو الذى اختاره فى الفتح والحلية والبحر والمراقى وتبعهم الطحطاوى ورد المحتار، والاخرى عدم النقض الا بالسيلان فيما لان وهى الرواية الشهيرة الشائعة فى الكتب الكثيرة وعليها يقتصر

نہ ہوتی جب کہ عنایہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور حلیہ نے اس پر جزم بھی کیا ہے — یہ ایسی مفسّر ہے جس میں تاویل نہیں ہو سکتی — اس سے قریب ندب کو شامل کرنے میں فتح کی تصریح ہے — اور نہر کی موافقت میں وجوب پر اکتفا اور نرمہ کی تقیید دونوں ہی مسئلوں میں نصوص کی وہ کثرت ہے جو ہم پیش کر چکے — ان میں سات نصوص مفسّر ناقابلِ تاویل ہیں عبارات ذخیرہ، ملتقط، خزانۃ المفتین عن الخلاصہ، جوہرہ کی تیسری عبارت، برجندی، جامع الرموز، درر کی عبارتیں — تو تطبیق کا کوئی امکان نہیں — اب ایک فریق کی جانب غلطی و خطا اور زیادتی و غفلت کی نسبت کرنے سے آسان یہ ہے کہ اختلافِ روایت مان لیا جائے تو میرے نزدیک واضح بات یہ ہے کہ یہاں ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو روایتیں ہیں — ایک روایت یہ کہ سخت حصّے کے اندر پہنچنے سے وضو ٹوٹ جائیگا اگرچہ نرم حصے تک نہ پہنچے — یہ وہ روایت ہے جو اتقانی کے اتقان اور پختہ کاری پر اعتماد سے ہمیں دریافت ہوئی، اس کی بنیاد پر حکم میں ندب کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ اسی کو فتح القدیر، حلیہ، البحر الرائق اور مراقی الفلاح میں اختیار کیا اور ان ہی کا طحطاوی اور رد المحتار نے اتباع کیا — دوسری روایت یہ کہ جب تک نرم حصّے میں نہ بہے وضو نہ ٹوٹے گا — یہی روایت کثیر کتابوں میں عام اور مشہور ہے۔ اس کی بنیاد

الحکم علی الوجوب ولا یبقی داع اصلا الٰی تعمیم الندب وھو الذی مشی علیہ الاکثرون فاذن الثانی اکثر واشھر واظھر وایسر غیر ان مراعاۃ الاول احوط کما قال السید الطحطاوی فی حاشیۃ الدر بعد نقل کلامی البحر والنھر "اقول مافی البحر احوط فتأمل[1] اھ" وصورۃ السیلان فیما اشتد مع عدم النزول الی المارن نادرۃ لاعلینا ان نعمل فیھا بالاحوط فلذا اجنحت الیہ جنوحا ما تبعا لھٰؤلاء المحققین الجلۃ الکرام۔

اقول والثانی وان ظھر وجھہ فان الخروج الٰی ظاھر البدن شرط بالاتفاق قال صدر الشریعۃ المعتبر الخروج الٰی ماھو ظاھر البدن شرعا[2] اھ وما صلب من الانف داخل فی الداخل خارج عن الخارج بالاتفاق ولذا لم یجب تطھیرہ فی الغسل ایضا فالاول ایضا لہ وجہ وذٰلک انا لما رأینا الشرع ندب الٰی غسلہ فی الغسل والوضوء

پر حکم، وجوب تک محدود رہے گا اور ندب کو شامل کرنے کا بالکل کوئی داعی نہ رہ جائے گا۔ اسی پر اکثر حضرات چلے ہیں۔ ایسی صورت میں ثانی اکثر، اشھر، اظہر اور ایسر ہے مگر یہ کہ اول کی رعایت احوط ہے جیسا کہ سید طحطاوی نے حاشیۂ درمختار میں بحر و نہر کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا: میں کہتا ہوں جو بحر میں ہے وہ احوط ہے، تو تامل کرو اھ — اور نرمے تک خون آئے بغیر صرف سخت حصّے میں بہے یہ صورت بہت کم پیش آنیوالی ہے۔ اس میں احوط پر عمل کرلینا کچھ ضروری نہیں۔ اسی لئے ان بزرگ محققین کی پیروی میں اس کی جانب میرا کچھ میلان ہوا۔

اقول ثانی کی وجہ تو ظاہر ہے — کیونکہ ظاہر بدن کی طرف نکلنا بالاتفاق شرط ہے — صدر الشریعۃ فرماتے ہیں: معتبر اس حصّۂ بدن کی طرف نکلنا ہے جو شرع میں ظاہر قرار دیا گیا ہے اھ — اور ناک کا سخت حصّہ بالاتفاق داخلِ بدن میں داخل اور خارجِ بدن سے خارج ہے اسی لئے غسل میں بھی اسے پاک کرنا واجب نہیں — مگر اول کی بھی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ جب ہم نے دیکھا کہ شریعت نے غسل اور وضو میں اس کا دھونا مندوب رکھا ہے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۷

[2] شرح الوقایۃ کتاب الطہارۃ کون المسائل الٰی مایطہر ناقضا مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۷

علمنا ان له وجها الى الظاهر و الا لم يندب غسله كسائر الداخلات فاذا وجد السيلان فيه اوجبنا الوضوء للاحتياط نظرا الى ذلك الوجه هذا ما ظهر لي . و الله تعالى اعلم .

اور اس کی دعوت وترغیب دی ہے تو اس سے ہمیں علم ہُوا کہ اس کا ایک رُخ ظاہر کی جانب بھی ہے ورنہ اس کا دھونا مندوب نہ ہوتا، جیسے دیگر داخلی حصّوں کا حال ہے ۔ تو جب اس سخت حصّے میں سیلان پایا جائے تو اسی پر نظر کرتے ہوئے احتیاطًا ہم نے وضو واجب کہا ۔ یہ مجھ پر ظاہر ہوا ۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے ۔

وبالجملة انا العبد الضعيف اجدنی اميل الى القول الثانی من حيث الدراية وشهرة الرواية معا لكن لاجل الاحتياط وتلك الرواية الهائلة القائلة ان الوجوب ثمه باتفاق ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم احببت ميلا ما الى الاول وعلى توفيق الله المعول .

الحاصل میں بندۂ ضعیف اپنے کو درایت اور شہرتِ روایت دونوں کی وجہ سے قول ثانی کی طرف مائل پاتا ہوں لیکن احتیاط کی وجہ سے اور اس عظیم روایت کی وجہ سے، جس میں یہ ہے کہ یہاں وجوب پر ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے ۔ میں نے اول کی طرف کچھ مائل ہونا پسند کیا ۔ اور خدا ہی کی توفیق پر بھروسہ ہے ۔

ثم اقول[ف۱] ظهر لی الأن بتوفيق المنان على تعميم الحكم للندب نقضان **احدهما**[ف۱] تظافر نصوص المذهب ان نزول[ف۲] شیئ الى الفرج الداخل لا ينقض طهرا قط ما لم يجاوزه الى الفرج الخارج مع

ثم اقول ندب کے حکم کو عام کرنے پر خدا کی توفیق سے مجھ پر ابھی دو نقض منکشف ہوئے :

نقض اوّل : فرج داخل میں خون حیض وغیرہ کوئی نجاست اُتر آئے تو ناقضِ طہارت نہیں جب تک اس سے بڑھ کر فرج خارج تک نہ آجائے حالانکہ فرج داخل کو بطورِ ندب تطہیر کا حکم ہوتا ہے ۔

ف۱ : تطفل علی الفتح والحلیۃ والبحر والمراقی وط وش ۔

ف۲ : **مسئلہ** فرج داخل میں خون حیض وغیرہ کوئی نجاست اُتر آئے جب تک اس کے منہ سے متجاوز کرکے فرج خارج میں نہ آئے گی غسل یا وضو کچھ واجب نہ ہوگا ۔

ان الفرج الداخل قد لحقه حکم التطهیر ندبا^ف وذلك حدیث ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی الصحیحین وغیرھما ان امرأۃ من الانصار سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن غسلھا من المحیض فامرھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف تغتسل، ثم قال خذی فرصۃ من مَسْك فتطھری بھا[۱] (وھو بفتح المیم ای من ادیم ومرجحوہ علی روایۃ الکسر وفی روایات فرصۃ ممسکۃ ای خرقۃ خلقۃ قد امسکت کثیرا قال الامام التورپشتی "ھذا القول امتن واحسن واشبہ بصورۃ الحال ولو کان المعنی علی انھا مطیبۃ لقال فتطیبی ولانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرھا بذلك لازالۃ الدم عند التطھیر ولو کان لازالۃ الرائحۃ لامر بھا بعد ازالۃ الدم

اس بارے میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث صحیحین اور دوسری کتابوں میں آئی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے اپنے غسل حیض سے متعلق نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا تو اسے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ کس طرح غسل کرے۔ پھر فرمایا: خذی فرصۃ من مَسْك فتطھری بھا (مَسْك میم کے زبر کے ساتھ، یعنی صاف کیا ہوا چمڑا، حضرات علماء نے زبر والی روایت پر اسے ترجیح دی ہے۔ اور کچھ روایات میں فرصۃ ممسکۃ ہے یعنی کوئی پرانا ٹکڑا جو زیادہ دنوں تک روکا گیا ہو۔ امام تورپشتی نے فرمایا: یہ قول زیادہ مضبوط، بہتر، اور صورت حال سے زیادہ مناسب ہے۔ اگر یہ معنی ہو کہ وہ ٹکڑا خوشبو آلود ہو تو فرماتے فتطیبی اس کے ذریعہ خوشبو مل لو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم پاک کرنے کے وقت خون دور کرنے کے لئے دیا۔ اگر یہ حکم بُو دُور کرنے کے لئے ہوتا تو خون صاف

ف: **مسئلہ** زنِ حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغ حیض جب غسل کرے ایک پُرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کرلے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الحیض باب دلك المرأۃ نفسھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵
صحیح مسلم " باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض الخ " " " ۱/ ۱۵۰
مشکوۃ المصابیح باب الغسل الفصل الاول " " " ص ۴۸

وتمامہ فی المرقاۃ[1] لمولٰنا علی القاری) قالت کیف اتطھر بہا، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تطھری بہا، قالت کیف اتطھر بہا، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبحٰن اللہ تطھری بہا، قالت ام المؤمنین فاجتذبتہا الیّ فقلت تتبعی بہا اثر الدم[2] اھ ای اجعلیہا فی الفرج[3] و حیث اصابہ الدم للتنظیف۔ فقد امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المرأۃ تغتسل من محیضہا ان تطھر داخل فرجہا وتزیل عنہ الدم بفرصۃ ومعلوم ان حکم التطھیر یعم التطھیر من النجاسۃ الحقیقیۃ کالحکمیۃ وقد مرّ التنصیص بہ فی قول الفتح "فیما لان من الانف

کرلینے کے بعد اسے کرنے کا حکم دیتے۔ پوری بات مولانا علی قاری کی مرقاۃ میں ہے) چمڑے کا کوئی ٹکڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔ عرض کیا: کیسے پاکی حاصل کروں؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پاکی حاصل کرو۔ پھر عرض کیا: کیسے پاکی حاصل کروں؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرو۔ اُم المومنین فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور کہا اس کے ذریعہ خون کے نشان تلاش کرو اھ یعنی اندرونِ فرج اور دوسری جگہ جہاں خون لگ گیا ہو اس سے صاف کرو۔ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیض سے غسل کرنے والی عورت کو یہ حکم دیا کہ داخلِ فرج کو پاک کرے اور کسی ٹکڑے کے ذریعہ اس سے خون دُور کرے۔ اور معلوم ہے کہ تطہیر کا حکم، نجاستِ حکمیہ کی طرح نجاستِ حقیقیہ سے تطہیر کو بھی شامل ہے۔ اس سے متعلق فتح کی صراحت بھی گزر چکی اس میں ناک کے نرم سے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ التورپشتی تحت حدیث ۴۳۷ المکتبۃ الحنفیہ کوئٹہ ۲/ ۱۴۰
کتاب المیسر شرح مصابیح السنۃ " " ۲۸۱ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۲
[2] صحیح البخاری کتاب الحیض باب دلک المرأۃ نفسہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵
صحیح مسلم " " باب استحباب استعمال للغسلۃ من الحیض " " ۱/ ۵۰
مشکوٰۃ المصابیح باب الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۸
[3] مرقاۃ المفاتیح باب الغسل تحت الحدیث ۴۳۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۴۲

انه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینقض[1] اھ وفی الغنیة او فی ازالة النجاسة الحقیقیة[2] اھ وفی البحر مرادھم ان یتجاوز الی موضع تجب طھارته او تندب من بدن وثوب ومکان[3] اھ ولاشك ان مسح الدم من باطن الفرج بخرقة لیس الا لازالة النجاسة الحقیقیة ولذا عبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عنه بالتطھیر فحکم التطھیر لایختص بالماء، علا انا علمنا ان نظر الشارع ھھنا الی ازالة اثر الدم من الباطن فلاشك ان الماء ابلغ فیه لاسیما بعد المسح بالخرقة کماعرف فی الاستنجاء بالماء بعد المسح بالحجر ولذا اتت (ف) الروایة عن محرر المذھب محمد رحمه اللہ تعالٰی فی اغتسال المرأة انها ان لم تدخل اصبعها

متعلق ہے کہ اسے جنابت میں اور نجاست سے دھونا واجب ہے تو اس میں خون اتر آنا ناقضِ وضو ہے اھ۔ غنیہ میں ہے: یا نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں (حکمِ تطہیر ہو) اھ۔ البحرالرائق میں ہے کہ ایسی جگہ تجاوز کرجائے جس کی پاکی واجب یا مندوب ہے وہ جگہ بدن کی ہو یا کپڑے کی یا خارجی جگہ اھ — اور اس میں شک نہیں کہ باطن فرج سے کسی ٹکڑے سے خون پونچھنا نجاست حقیقیہ دور کرنے ہی کے لئے ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تطہیر سے تعبیر فرمائی تو حکمِ تطہیر پانی ہی سے خاص نہیں — علاوہ اس کے کہ جب ہمیں معلوم ہے کہ نظرِ شارع یہاں اندر سے خون کا اثر دور کرنے پر ہے تو پانی یقیناً اس میں زیادہ کارگر ہوگا خصوصاً پارچہ سے پونچھنے کے بعد، جیسا کہ پتھر سے پونچھنے کے بعد پانی سے استنجا کے بارے میں معلوم ہے۔ اسی لئے محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے عورت کے غسل کے بارے میں روایت آئی کہ اگر وہ فرج میں انگلی نہ لے جائے تو تنظیف نہ ہوگی۔

ف: غسل میں عورت کو مستحب ہے کہ فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھولے ہاں واجب نہیں بغیر اس کے بھی غسل اتر جائے گا۔

[1] فتح القدیر — کتاب الطھارۃ — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر — ۱/۳۴
[2] غنیۃ المستملی — فصل فی نواقض الوضوء — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۳۱
[3] البحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۱

فی فرجها فلیس بتنظیف کما فی رد المحتار[1] عن التاتارخانیة، وفھم منه الامر بالوجوب فجعل المختار خلافه قال الشامی وھو بعید[2] اھ قلت[ف1] فانه ان اراد الوجوب قال لیس بطھارة ولم یقله وانما قال لیس بتنظیف وما فی الدر وغیرہ[3] لاتدخل اصبعھا فی قبلھا به یفتی[4] فمرادہ نفی الوجوب کما فی رد المحتار عن السید الحلبی عن العلامة الشرنبلالی لاجرم ان قال فی الفتح تغسل فرجھا الخارج لانه کالفم ولا یجب ادخالھا الاصبع فی قبلھا وبه یفتی[5] اھ ونفی الوجوب لاینفی الندب۔

والاخر وھو الاقوی والاظھر

جیسا کہ رد المحتار میں تاتارخانیہ سے نقل ہے۔ اور صاحب تاتارخانیہ نے اس سے وجوب سمجھا اور مختار اس کے خلاف کو بتایا۔ علامہ شامی نے کہا: وجوب کا معنی بعید ہے اھ قلت اس لئے کہ اگر وجوب مراد ہوتا تو یہ کہتے کہ طہارت نہ ہوگی۔ یہ انھوں نے نہ کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ تنظیف نہ ہوگی۔ اور دُرِمختار وغیرہ میں جو لکھا ہے کہ: اپنی شرمگاہ میں انگلی نہ لے جائے گی، اسی پر فتوٰی ہے ــــ اس کا مقصود وجوب کی نفی ہے، یعنی اس پر واجب نہیں ہے جیسا کہ رد المحتار میں سید حلبی سے نقل ہے وہ علامہ شرنبلالی سے ناقل ہیں اسی لئے فتح میں ہے: عورت اپنی فرج خارج کو دھوئے اس لئے کہ اس کا حکم منہ کی طرح ہے اور اس کا شرمگاہ میں انگلی داخل کرنا واجب نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ ــــ اور وجوب کی نفی سے مندوبیت کی نفی نہیں ہوتی۔

نقض دیگر ــــ یہ زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔

ف: تطفل آخر علی العلماء الستة۔

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۰۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[3] الدر المختار ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸

[4] رد المحتار ؍؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۰۳

[5] فتح القدیر ؍؍ فصل فی الغسل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۰

اقول ف۱ اجمعنا ان خروج شیئ الی الشرج لا ینقض طھرا مالم یبرز وقد لحقہ حکم التطھیر ندبا فان ف۲ السنۃ للمستنجی ان یجلس افرج مایکون ویرخی کی یظھر فیطھر مابقی کامنا لو لا الانفراج والارخاء۔

اقول اس پر ہمارا اجماع ہے کہ مخرج کی اندرونی سطح تک نجاست کا آجانا ناقضِ طہارت نہیں جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔ حالاں کہ ندبًا اسے حکمِ تطہیر لاحق ہے۔ اس لئے کہ پاخانے سے استنجا کرنے والے کے لئے سنّت یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے پاؤں کُشادہ کرکے اور ڈھیلا ہوکر بیٹھے اور ڈھیلا پن نہ ہونے کی صورت میں جو کچھ چھپا رہتا سب ظاہر ہوکر پاک ہوجائے۔

قال فی الحلیۃ اذا کان الاستنجاء بالماء من الغائط فلیجلس کأفرج مایکون مرخیا نفسہ کل الارخاء لیظھر مایداخلہ من النجاسۃ فیزیلہ وان کان صائما ترک ف۳ تکلف الارخاء[1] وقد بین المقدمتین معا فی الدر المختار باوجز لفظ حیث قال فی اٰخر فصل الاستنجاء

حلیہ میں ہے: "جب پاخانہ سے استنجاء پانی کے ذریعہ کرنا ہو تو جہاں تک ہوسکے کشادہ ہوکر اپنے کو پُورے طور سے ڈھیلا کرکے بیٹھے تاکہ اندر رہ جانے والی نجاست ظاہر ہوجائے اور اسے زائل کردے۔ اگر روزہ دار ہو تو ڈھیلا ہونے کا تکلف ترک کردے اھ" ان دونوں باتوں کو درمختار میں مختصر ترین لفظوں میں بیان کیا ہے اس طرح کے کہ فصل استنجاء کے آخر میں کہا: "باوضو

ف۱: مسئلہ نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔

ف۲: مسئلہ بڑے استنجے میں سنّت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے نیچے کو زور دے کہ جتنا حصہ مخرج کا ظاہر ہوسکے ظاہر ہوکر سب نجاست دُھل جائے۔

ف۳: مسئلہ یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجے میں مذکور ہوا روزہ دار کے لئے نہیں وہ ایسا نہ کرے۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

استنجی المتوضئ ان علی وجه السنة بان ارخی انتقض والا لا[1] اھ ــــ

فافاد بالجملة الاولٰی ان غسل داخل الدبر سنة و بالاخیرة ان النزول الیه غیر ناقض مالم یبرز ولا اعلم فی ھاتین خلافا لاحد من علمائنا فاستقر بحمد اللہ تعالٰی عرش التحقیق علی ماکان علیه الاکثرون کما ھو القاعدة المقررة ان الصواب مع الاکثر وقد تبیّن لك مما تقرر **فوائد**:

(۱) مرادھم بحکم التطھیر ھو الوجوب وکلامھم مناف لزیادة الندب کما افاد فی النھر لا لما قال بل لما افاض علیّ المھیمن المتعال۔

(۲) لایشترط فی النقض بما من غیر السبیلین الا الخروج بالسیلان علی ظاھر البدن ولو بالقوة فلا یستثنی من

نے استنجا کیا اگر بطور سنت ہو اس طرح کہ ڈھیلا رہے، تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اھ ـــــ

پہلے جملے سے یہ افادہ کیا کہ مقام کے اندرونی کنارے کو دھولینا سنت ہے' اور بعد والے جملے سے یہ بتادیا کہ وہاں نجاست اُتر آنے سے وضو نہ ٹوٹے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو ـــ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں ہمارے علماء میں سے کسی کا کوئی اختلاف ہے ـــ تو بحمدہٖ تعالٰی عرشِ تحقیق اُسی پر مستقر ہوا جس پر اکثر ہیں، جیسا کہ مقرر قاعدہ ہے کہ درستی وصواب اکثر کے ساتھ ہے' تقریرِ ماسبق سے چند **فوائد** روشن ہوئے:

(۱) حکم تطہیر سے ان حضرات کی مراد وجوب ہے اور ان کا کلام اضافہ ندب کے منافی ہے جیسا کہ نہر میں افادہ کیا اس کی وجہ وہ نہیں جو نہر میں بیان ہوئی بلکہ وہ جس کا میرے اوپر رب نگہبان و برتر نے فیضان کیا۔

(۲) غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے میں صرف خروج کی شرط ہے اس طرح کہ ظاہر بدن پر اس کا سیلان ہو اگرچہ بالقوہ ہو ـــ تو بدن کے ظاہر حتی

ف: مسئلہ بڑا استنجا ڈھیلوں سے کرکے وضو کرلیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجا اُس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کرے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷

الظاهر حسا الا داخل العین لانه

سے صرف اندرونِ چشم کا استثنا ہوگا، کیوں کہ

عـہ والیہ یشیر کلام الفاضل یوسف چلپی تلمیذ العلامۃ مولٰی خسرو فی ذخیرۃ العقبٰی حیث قال "الخروج الی ما یطھر ھو الانتقال من الباطن الی ما یجب تطھیرہ وان یصل الیہ ولم یتلوث ھو بہ، والمقصود من اعتبار قید الی ما یطھر الاحتراز عن الخروج الی ما یعد من ظاھر البدن حسا ولا یعد منہ شرعا لحکمۃ شرعیۃ کداخل العین فانہ لا یجب تطھیرہ، فالذی یخرج من بدن الانسان الی باطن العلقۃ والقراد خارج الی ما یجب تطھیرہ لا بمعنی انہ لم یبق فی باطنہ الحقیقی الذی ھو تحت الجلدۃ و باطنہ الشرعی الذی ھو داخل العین[1] اھ فالکاف فی قولہ اولا کداخل العین کاف الاستقصاء بدلیل اٰخر کلامہ وفیہ من الفوائد ان المراد بالحکم الوجوب ۱۲ منہ۔

اسی کی طرف علامہ مولٰی خسرو کے تلمیذ فاضل یوسف چلپی کی عبارت ذخیرۃ العقبٰی سے بھی اشارہ ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں: "خروج الی ما یطھر" یہ ہے کہ اندر سے ایسی جگہ کی طرف منتقل ہو جس کی تطہیر واجب ہے اگرچہ اس جگہ تک نہ پہنچے اور وہ اس سے آلودہ نہ ہو ــــ "الی ما یطھر" کی قید کے ذریعہ اس جگہ کی طرف خروج سے احتراز مقصود ہے جو حسًّا ظاہر بدن سے شمار ہو اور کسی شرعی حکمت کی وجہ سے ظاہر بدن سے نہ شمار ہو جیسے آنکھ کا اندرونی حصہ، کیوں کہ اس کی تطہیر واجب نہیں۔ تو بدن انسان سے نکل کر جونک اور کِلّی کے پیٹ تک منتقل ہونے والا خون ایسی چیز کی طرف نکلنے والا ہے جس کی تطہیر واجب ہے، نہ اس معنی کے لحاظ سے کہ وہ اپنے حقیقی باطن میں نہ رہا جو زیر جلد ہے اور نہ شرعی باطن میں رہا جو داخلِ چشم ہے اھ ــ تو کاف ان کے پہلے لفظ کداخل العین میں کاف استقصا ہے جس پر دلیل ان کا آخر کلام ہے۔ اس کلام سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حکم سے مراد وجوب ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطھارۃ نولکشور کانپور انڈیا ۱/ ۲۲

ليس من الظاهر شرعا اصلا ودخل
المارن وخرجت القصبة وسيأتيك
بعض مايتعلق بهذه الفائدة فى
التنبيه الخامس ان شاء الله تعالٰى
وبقيد القوة دخل ما اذا افتصد
فطار الدم ولم يتلوث رأس
الجرح وما اذا ترّب او اخذ بخرق
اومص (ف۱) علق اوقراد كبير من دمه
مالوخرج لسال، ولم يبق (ف۲) حاجة
الى زيادة المكان فيما يطهر كما فعل
فى الغنية والبحر لادخال صورة
الفصد فورد عليه مالوسال الى
نهر اووقع على عذرة او جلد
خنزير الى غير ذلك، و سقطت (ف۳)
المنازعات التى كانت مستمرة
من زمن الامام
صدر الشريعة الى
عهد السيد الشامى فى
قولهم سال الى مايطهر، و

یہ ظاہر شرعی تو بالکل ہی نہیں ـــــ اور ناک کا
نرم حصّہ ظاہر بدن میں داخل رہا اور سخت حصہ
خارج ٹھہرا، اس فائدہ سے متعلق کچھ باتیں ان شاء اللہ
تعالٰی تنبیہ پنجم میں آئیں گی ـــــ اور بالقوہ
کی قید لگانے سے وہ صورت داخل ہوگئی کہ
جب فصد لگائی تو خون اُڑا اور سرِ زخم آلودہ نہ ہوا
اور وہ صورت کہ خون پر مٹی ڈال دی یا کسی کپڑے
میں جذب کرلیا یا کسی جونک یا بڑی کلّی نے اس
کا اتنا خون چوس لیا کہ اگر خود نکلتا تو بہتا ـــــ
اور مایطھر کے تحت بیرونی جگہ کا اضافہ کرنے
کی کوئی ضرورت نہ رہی جیسا کہ غنیہ اور بحر میں
صورتِ فصد کو داخل کرنے کے لئے اضافہ
کیا تھا تو اس پر ان صورتوں سے اعتراض ہوا
جن میں خون جاکر کسی دریا میں بہا یا پاخانے پر
یا خنزیر کی جلد پر گرا یا اور ایسی کسی چیز پر پڑا.
اور وہ سارے نزاعات ساقط ہوگئے جو
امام صدر الشریعہ کے زمانے سے علامہ شامی
کے زمانے تک لفظ "سال الی مایطھر" کے
تحت چلے آرہے تھے ـــــ اور

ف۱: مسئلہ جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی، اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا، اور تھوڑا چوسا یا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا، یوں ہی کھٹمل یا مچھر کے کاٹے سے وضو نہیں جاتا۔

ف۲: تطفل۴ علی الغنیۃ والبحر۔

ف۳: فصل منازعۃ طالت منذ مئین سنۃ.

ف۱ صارت العبارة الحسنة الصافية الوافية بحمد الله تعالٰی ما اقول ناقضہ من غیر السبیلین کل نجس خرج منہ وفیہ قوۃ سیلانہ علی ما ھو ظاھر البدن شرعا۔

عمدہ، بے غبار، مکمل عبارت بحمدہٖ تعالٰی یہ ہوئی جو **میں کہتا ہوں:** ''ناقض طہارت غیر سبیلین سے ہو وہ نجس ہے جو اس سے نکلے اور اسکے اندر اس پر بہنے کی قوت ہو جو شرعاً ظاہر بدن ہے۔

(۳) لیس ف۲ فی النزول الی ما صلب النقض روایۃ واحدۃ کما اوھم الاتقانی وتبعہ من تبعہ ولا ف۳ عدم النقض روایۃ واحدۃ کما زعم النھر بل ھما روایتان والثانی اشھر واظھر۔

(۳) ناک کے سخت حصّے کی طرف خون اتر آنے میں صرف یہی ایک روایت نہیں کہ وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ علامہ اتقانی نے اپنے کلام سے یہ وہم پیدا کیا اور ان کی اتباع کرنے والوں نے ان کا اتباع کیا ـــــ اور نہ یہی ایک روایت ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا جیسا کہ صاحبِ نہر کا خیال ہے۔ بلکہ یہ دونوں روایتیں ہیں اور ثانی زیادہ مشہور اور ظاہر ہے۔

(۴) ۱۰۹ لم تمش ف۴ المنیۃ ولا الذخیرۃ علی قول زفر کما زعم المحقق فی الحلیۃ بل مشیا علی الروایۃ الشھیرۃ۔

(۴) منیہ اور ذخیرہ امام زفر کے قول پر گامزن نہیں جیسا کہ محقق حلبی کا حلیہ میں خیال ہے بلکہ دونوں روایت مشہورہ پر چلے ہیں۔

(۵) لاداعی لحمل الوجوب علی الثبوت کما ارتکب البحر بل ھو المراد علی اشھر الروایات۔

(۵) وجوب کو ثبوت پر محمول کرنے کا کوئی داعی نہیں جیسا کہ بحر نے اس تاویل کا ارتکاب کیا بلکہ اشہر روایات کے مطابق وجوب ہی مراد ہے۔

(۶) لامعنی لحمل القصبۃ فی کلام المعراج علی ما صلب کما فھم فی

(۶) کلامِ معراج میں ''بانسے'' کو سخت حصے پر محمول کرنے کا کوئی معنی نہیں ـــ جیسا کہ بحر میں

ف۱: افادۃ المصنف عبارۃ حسنۃ فی بیان الناقض من غیر السبیلین۔
ف۲: تطفل۲ علی الاتقانی ومن تبعہ۔
ف۳: تطفل۳ علی النھر الفائق۔
ف۴: تطفل۴ علی الحلیۃ۔

البحر وجزم بہ فی منحة الخالق و رد المحتار بل مرادہ ما لان کما افاد فی النهر۔

(۷) وقع الخلط بین القولین و المشی علی روایتین مختلفتین فی العنایة وشیئ منه فی الفتح اما النهایة فاجبنا عنها جوابا نفیسا۔

(۸) لا وجه لحمل کلام الحدادی علی ما قال فی البحر بل هو ماش علی الروایة الشهیرة کما افصح عنه فی الجوهرة النیرة۔

(۹) نفی النقض[ف۱] فیما صلب لیس بمحض المفهوم کما فهم البحر بل علیه صرائح نصوص لا مرد لها۔

(۱۰) لا یجب حمل کلام الهدایة علی ما ذکر الاتقانی والعنایة بل له محمل صحیح علی الروایة الشهیرة ایضا من دون لزوم العبث والتکرار ذلک من فضل اللہ علینا والحمد للہ العزیز الغفار۔

الخامس[ف۲] سبق الی خاطر بعض

سمجھا، اور منحۃ الخالق و ردالمحتار میں اس پر جزم کیا بلکہ اس سے مراد نرم حصہ ہے جیسا کہ نہر میں افادہ کیا۔

(۷) عنایہ میں دونوں قولوں کے درمیان تخلیط اور دونوں روایتوں پر مشی واقع ہوئی اور اس میں سے کچھ فتح القدیر میں بھی ہے۔ لیکن نہایہ سے متعلق ہم ایک نفیس جواب دے چکے ہیں۔

(۸) حدادی کے کلام کو اس پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں جو بحر میں کہا، بلکہ وہ روایت مشہورہ پر جاری ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں اسے صاف طور پر کہا۔

(۹) سخت حصے میں خون اترنے کی صورت میں وضو ٹوٹنے کی نفی محض مفہوم سے ثابت نہیں جیسا کہ بحر نے سمجھا، بلکہ اس پر صریح ناقابل تردید نصوص موجود ہیں۔

(۱۰) ہدایہ کی عبارت کو اتقانی اور عنایہ کے ذکر کردہ معنی پر محمول کرنا لازم نہیں بلکہ روایت مشہورہ پر بھی اس کا ایک صحیح مطلب ہے جس میں نہ عبث لازم آتا ہے نہ تکرار ہوتی ہے۔ یہ ہم پر خدا کا فضل ہے اور خدائے عزیز و غفار کا شکر ہے۔

تنبیہ پنجم۔ بعض متاخر شارحین و

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: تحقیق شریف فی المراد بما یلحقه حکم التطهیر۔

المتأخرين من الشراح والمحشين ان المراد بما يلحقه حكم التطهير ما يؤمر المكلف بايقاع تطهيره بالفعل **قلت** اى على فرض وقوع حدث او اصابة خبث اذ لولاه لما نقض فصد المتوضئ لعدم خروجه الى ما كان مامورا بتطهيره بالفعل فان جعل مامورا به بهذا الفصد كان دورا كما لا يخفى ويتفرع عليه انه ان تورم موضع من بدنه قدر كف مثلاً وكان يضره اصابة الماء فانفجر من اعلاه و سال على الورم لا ينقض ما لم يجاوز موضع الورم لانه لا يؤمر بايقاع تطهيره بالفعل لمكان الضرر۔

محشین کو یہ خیال ہوا کہ "جسے حکم تطہیر لاحق ہے" سے مراد یہ ہے کہ مکلف بالفعل جسے پاک کرنے کا مامور ہے۔ **قلت** ان کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اسی وقت کوئی حدث واقع ہو یا کوئی نجاست لگ جائے تو اسے بروقت اس کو پاک کرنے کا حکم ہو ــــ اس لئے کہ اگر یہ نہ مانیں تو باوضو شخص کا فصد لگوانا ناقضِ وضو نہ ہو کیوں کہ ایسی جگہ کی طرف خون کا نکلنا نہ ہوا جسے پاک کرنے کا بالفعل اسے حکم رہا ہو ــــ اگر اسی فصد کے سبب اسے مامور مانیں تو دور لازم آئے گا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اسی خیال پر یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ اگر اس کے بدن کی کسی جگہ مثلاً ہتھیلی برابر ورم ہو اور اس پر پانی لگنا ضرر رساں ہو، وہ ورم اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا تو وہ ناقضِ وضو نہ ہو جب تک کہ جائے ورم سے تجاوز نہ کر جائے کیوں کہ ضرر کی وجہ سے بروقت اسے اس جگہ کو پاک کرنے کا حکم نہیں ہے۔

في فتح الله المعين عن حاشية العلامة نوح افندي قال بعض الفضلاء في شرح الوقاية يعني ابن ملك يفهم من قوله سال الى ما يطهر انه اذا كان له جراحة متبسطة بحيث يضر غسلها فان خرج الدم وسال على الجراحة ولم يتجاوز الى موضع يجب غسله

فتح اللہ المعین میں حاشیۂ علامہ نوح آفندی کے حوالے سے نقل ہے: "بعض فضلا ــــ یعنی ابن ملک ــــ نے عبارۂ شرح وقایہ سے متعلق کہا لفظ "سال الی ما یطھر ــــ اس جگہ کی طرف بہے جسے پاک کیا جاتا ہے" ــــ سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کسی کو پھیلی ہوئی جراحت ہے جس کا دھونا مضر ہے خون نکلا اور جراحت کے اوپر بہا، کسی ایسی جگہ نہ بڑھا جسے دھونا واجب ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا،

24

لاینقض الوضوء کذا فی المشکلات[1] اھ۔

والیہ یشیر کلامہ ابیہ السید علی حیث قال السید الازھری "المراد بحکم التطھیر وجوبہ فی الوضوء و الغسل ولو بالمسح لینتظم ما اذا کانت الجراحۃ منبسطۃ بحیث یضر غسلھا فان خرج الدم وسال علی الجراحۃ ولم یتجاوزھا الی موضع یجب غسلہ فانہ ینقض لانہ سال الی موضع یلحقہ حکم التطھیر بالمسح علیہ للعذر کذا بخط شیخنا وانظر حکم ما لوضرہ المسح ایضا[2] الخ" ثم نقل عن العلامۃ نوح افندی ردما مرعن المشکلات بما سیأتی ان شاء اللہ تعالی ثم قال "وکلام القھستانی یشیر الی ما فی المشکلات ونصہ نزل الدم من الانف فسدّ مالان منہ ولم ینزل منہ شیئ اوتورم رأس الجرح فظھر بہ قیح اونحوہ ولم یتجاوز الورم لم ینقض[3] الخ"۔

ایسا ہی مشکلات میں ہے اھ۔

اسی کی طرف ان کے والد سید علی کے کلام سے بھی اشارہ ہو رہا ہے، سید ازہری فرماتے ہیں: حکمِ تطہیر سے مراد وجوبِ تطہیر وضو وغسل میں، اگرچہ مسح ہی کے ذریعہ ہو، تاکہ اسے بھی شامل ہو جب جراحت پھیلی ہوئی ہو اس کے دھونے میں ضرر ہو اگر خُون نکل کر جراحت پر بہا اور ایسی جگہ نہ بڑھا جسے دھونا واجب ہو تو یہ ناقض ہے کیونکہ یہ ایسی جگہ بہا جسے عذر کے باعث مسح کے ذریعہ پاک کرنے کا حکم لاحق ہے ــــ ایسا ہی ہمارے شیخ کی تحریر میں مرقوم ہے ــــ اس صورت کا حکم قابلِ غور ہے جس میں مسح بھی ضرر دیتا ہو الخ ــــ پھر علامہ نوح آفندی سے مشکلات کے سابقہ مضمون کی تردید نقل کی۔ یہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی آئے گی ــــ پھر کہا: قہستانی کا کلام بھی مضمونِ مشکلات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس کی عبارت یہ ہے: ناک سے خُون اترا تو اس کے نرم حصے کو بند کر دیا اور اس سے کچھ نیچے نہ آیا، یا سرِ زخم میں ورم ہو گیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوئی اور ورم سے آگے نہ بڑھی تو ناقض نہیں الخ۔

اقول اولاً[ف] ان کان فی ھذا

اقول اولاً اگر اس کلام میں اس

ف: تطفل علی السید ابی السعود۔

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

[2] " " " " " " ۱/ ۴۱

[3] " " " " " " ۱/ ۴۱ و ۴۲

الکلام اشارۃ الٰی ذٰلك فاستادہ للقهستانی من ابعاد النجعة فان الفرع مذکور فی البحر والفتح والمبسوط وغیرها من جلة المعتمدات وقد قدمنا کلام الفتح ان فی مبسوط شیخ الاسلام تورم رأس الجرح فظهر به قیح و نحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم[1] الخ۔

وثانیاً[ف۱] لا اشارۃ فانهم انما فرضوا تورم رأس الجرح فالتجاوز عنه یکون بالانحدار وهو شرط النقض علی الصحیح المفتی به و لیس فی کلامهم ذکر ورم بسیط وسیع ینفجر رأسه فیسیل علی سطحه و ولایجاوزہ الی الموضع الصحیح نعم انا اسعف[ف۲] بذکر ما وقفت علیه من کلام من یذهب او یمیل الیه ثم اذکر ما یفتح

طرف اشارہ ہے تو قہستانی کی طرف اس کی اسناد خوراک کی تلاش میں بہت دور نکل جانے کی طرح ہے اس لئے کہ یہ جزئیہ بحر، فتح، مبسوط وغیرہا معتمدات جلیلہ میں مذکور ہے۔ اور فتح کی یہ عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے: سرِ زخم پر ورم ہوگیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوئی تو جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے ناقض نہیں الخ۔

ثانیاً اس میں کوئی اشارہ نہیں۔ اس لئے ان حضرات نے سرِ زخم کا ورم کرنا فرض کیا ہے اس سے (خون کا) تجاوز ڈھلکنے سے ہوگا۔ اور یہ صحیح مُفتیٰ بہ قول پر وضو ٹوٹنے کی شرط ہے۔ ان کے کلام میں ایسے ورم کا ذکر ہی نہیں جو پھیلا ہوا کشادہ ہو جس کا سر پھٹ جائے پھر خون یا پیپ اس کی سطح پر بہے اور اس سے تجاوز کرکے صحت والی جگہ نہ آئے، ہاں میں ان حضرات کا ذکر کروں گا جن کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ یہ ان کا مذہب ہے یا اس طرف ان کا میلان ہے۔۔۔ اس کے بعد

ف۱: تطفل۳ آخر علیه۔

ف۲: **مسئلہ** ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہے اور اسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور وُہ اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم ورم پر بہا صحیح بدن کی طرف نہ بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا وضو نہ گیا اور مصنّف کی تحقیق کہ جاتا رہے گا اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کرسکتے ہوں تو بالاتفاق ناقضِ وضو ہوگا۔

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴

المولٰی سبحانہ من لدیہ قال الامام الحلبی فی الحلیۃ "اذا انحدر الخارج عن رأس الجرح لکنہ لم یجاوز المحل المتورم وانما انحدر الی بعض ذٰلک المحل فانما لاینتقض اذا کان یضرہ غسل ذٰلک الموضع ومسحہ ایضًا اما اذا کان لایضرہ احدھما فینبغی انہ ینتقض لانہ یلحقہ حکم التطہیر اذ المسح تطہیر لہ شرعا کالغسل فلیتنبہ لذٰلک اھ[1]۔

وہ ذکر کروں گا جو اپنی طرف سے مولٰی تعالٰی منکشف فرمائے گا ــــ امام حلبی حلیہ میں لکھتے ہیں: سرِزخم سے نکلنے والا (خون یا پیپ) ڈھلک آئے لیکن ورم کی ہوئی جگہ سے تجاوز نہ کرے بس اسی جگہ کے کسی حصے تک ڈھلک کر آیا ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا جبکہ اس شخص کو اس جگہ کا دھونا اور مسح کرنا ضرر دیتا ہو۔ اور اگر دھونے یا مسح کرنے میں ضرر نہ ہو تو اسے ناقض ہونا چاہئے اس لئے کہ اسے حکم تطہیر لاحق ہے۔ کیونکہ مسح بھی دھونے کی طرح شرعًا اس کی تطہیر ہے۔ تو اس پر متنبہ رہنا چاہئے اھ۔

وفی الفوائد المخصصۃ للعلامۃ الشامی عن المقاصد الممحصۃ فی بیان کی الحمصۃ لسیدی عبدالغنی انہ قال بعد نقلہ حد السیلان ومافیہ من الخلاف فالمفہوم من ھذہ العبارات ان الدم والقیح والصدید اذا علا علی الجرح ولم یسل عنہ الی موضع صحیح من البدن لاینتقض الوضوء سواء کان الجرح کبیرا اوصغیرا[2] (ثم قال بعد کلام) ویؤید ھذا ما فی خزانۃ الروایات فی الجراحۃ البسیطۃ اذا خرج الدم من جانب وتجاوز الی جانب اٰخر لکن لم یصل الی موضع صحیح فانہ

علامہ شامی کی فوائد مخصصہ میں سیدی عبدالغنی کی مقاصد ممحصہ کے حوالے سے آبلوں کے بیان میں ہے کہ انھوں نے سیلان کی تعریف اور اختلاف نقل کرنے کے بعد فرمایا: ان عبارتوں سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ خون، پیپ، پانی جب سرِزخم پر چڑھے اور اس سے ہٹ کر بدن کی کسی صحتمند جگہ نہ بہے تو وضو نہ ٹوٹے گا، خواہ زخم بڑا ہو یا چھوٹا۔ (پھر کچھ عبارت کے بعد لکھا) اس کی تائید پھیلی ہوئی جراحت سے متعلق خزانۃ الروایات کی اس عبارت سے ہوتی ہے: جب خون ایک جانب سے نکلے اور دوسری جانب تجاوز کرے لیکن کسی تندرست جگہ نہ پہنچے تو وہ ناقض وضو نہیں، اس لئے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۶۳

لاینقض الوضوء لانہ لم یصل الی موضع یلحقہ حکم التطہیر[1] اھ۔

وفی الارکان الاربعۃ للمولٰی ملک العلماء بحرالعلوم عبدالعلی اللکنوی اذاخرج القیح من راس الجرح ولم یتجاوز ورم الجرح لاینقض الطہارۃ ولایکون نجسا[2] اھ۔

وفی ردالمحتار عن السراج عن الینابیع الدم السائل علی الجراحۃ اذالم یتجاوز قال بعضھم ھو طاھر حتی لوصلی رجل بجنبہ واصابہ منہ اکثر من قدرالدرھم جازت صلاتہ وبھذا اخذ الکرخی وھوالاظھر وقال بعضھم ھو نجس وھو قول محمد[3] اھ۔ قال الشامی ومقتضاہ انہ غیرناقض لانہ بقی طاھرا بعد الاصابۃ وان المعتبر خروجہ الی محل یلحقہ حکم التطہیر من بدن صاحبہ فلیتامل[4] اھ۔

وانا اقول وباللہ التوفیق

ایسی جگہ نہ پہنچا جسے حکمِ تطہیر لاحق ہوا ھ۔

ملک العلماء بحرالعلوم مولٰنا عبدالعلی لکھنوی کی ارکان اربعہ میں ہے "جب سرِ زخم سے پیپ نکلے اور زخم کے ورم سے تجاوز نہ کرے تو طہارت نہ توڑیگا اور نہ نجس ہوگا" اھ

ردالمحتار میں سراج وہاج سے اس میں ینابیع سے نقل ہے: جراحت پر بہنے والا خون جب اس سے تجاوز نہ کرے تو بعض نے کہا وہ پاک ہے یہاں تک کہ اگر اس کے پہلو میں کوئی نماز پڑھ رہا ہے اسے درہم بھر سے زیادہ وہ خون لگ گیا تو اس کی نماز ہوگئی، اسی کو امام کرخی نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے اور بعض نے کہا وہ نجس ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے اھ — علامہ شامی کہتے ہیں: اس کا مقتضایہ ہے کہ وہ ناقض بھی نہ ہو اس لئے کہ وہ لگنے کے بعد بھی طاہر رہا، اور یہ کہ اعتبار اس کا ہے کہ صاحبِ زخم کے بدن سے ایسی جگہ کی طرف نکلے جسے حکمِ تطہیر لاحق ہے، تو اس پر تامل کیا جائے اھ۔

وانا اقول (اور میں کہتا ہوں)

---

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۴

[2] رسائل الارکان کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۲

[4] " " " " " " " "

وبه استهدی سواء الطریق ھٰھنا مسئلتان:

مسئلة الورم الغیر المنفجر الا من اعلاه کما وصفنا۔

و**مسئلة الجرح** اعنی تفرق الاتصال کما یحصل بالسلاح والانفجار وقد[ف۱] خلطهما السید ابو السعود کما رأیت وسیظهر الفرق بعون رب البیت۔

اما الاولٰی ففی غایة الاشکال ولا تحضرنی الاٰن مصرحة کذلك الا من الحلیة والارکان الاربعة وکذا ما تبتنی علیه من ارادة ما یکلف بایقاع تطهیره بالفعل وهذا ربما یشم من غیرهما ایضا کابن ملك وخزانة الروایات ورد المحتار۔

فاقول[ف۲] **اوّلا**[ف۳] لا یذهبن عنك ان المعنی المؤثر عندنا فی الحدث هو خروج النجس من باطن البدن الی ظاهره لا یحتاج معه الی شیئ اٰخر

اور توفیق خدا ہی سے ہے اور اسی سے راہِ راست کی ہدایت طلب کرتا ہوں۔ یہاں دو۲ مسئلے ہیں:

(۱) **مسئلہ ورم** — ایسا ورم جو اپنے اوپری حصے سے ہی پھوٹا ہو، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

(۲) **مسئلہ زخم** — یعنی اتصال ختم ہو کر جدائی پڑ جانا جیسے ہتھیار سے اور پھٹنے سے ہوتا ہے۔

دونوں مسئلوں میں سید ابو السعود نے خلط کر دیا جیسا کہ آپ نے دیکھا — دونوں میں فرق بعونہٖ تعالٰی جلد ہی ظاہر ہوگا۔

پہلا **مسئلہ ورم** انتہائی مشکل ہے اور اس تصریح کے ساتھ بروقت مجھے صرف حلیہ اور ارکانِ اربعہ سے مستحضر ہے یوں ہی وہ جس پر اس مسئلے کی بنیاد رکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بروقت اس کی تطہیر عمل میں لانے کا مکلّف ہو اور اس کی کچھ بُو ان دونوں کے علاوہ ابن ملک، خزانۃ الروایات اور ردالمحتار سے بھی آتی ہے۔

فاقول اوّلاً یہ بات ذہن سے نہ نکلے کہ ہمارے نزدیک حدث میں مؤثر معنی شئے نجس کا باطن بدن سے ظاہر بدن کی طرف نکلنا ہے۔ مگر یہ ہے کہ غیر سبیلین میں نکلنا بغیر منتقلی کے

ف۱: تطفل[۸۱] ثالث علی السید الازهری۔

ف۲: تطفل[۸۲] علی الحلیة وبحر العلوم فی مسئلة الورم۔

ف۳: تحقیق المعنی المؤثر فی الحدث ووجه اشتراط السیلان فی الخارج من غیر السبیلین۔

غيران الخروج لايتحقق فی غير السبيلين الا بالانتقال لان تحت كل جلدة دما و هو مادام فی مكانه لايعطی له حكم النجاسة۔

قال الامام برهان الملة والدين فی الهداية خروج النجاسة مؤثر فی زوال الطهارة غيران الخروج انما يتحقق بالسيلان الی موضع يلحقه حكم التطهير لان بزوال القشرة تظهر النجاسة فی محلها فتكون بادية لاخارجة بخلاف السبيلين لان ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة فيستدل بالظهور علی الانتقال والخروج اھ[1]۔

ومثله فی المستخلص نقلا عنها

وقال الامام فقيه النفس فی شرح الجامع الصغير الحدث للخارج النجس والخروج انما يتحقق بالسيلان[2] الخ۔

وقال الامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير "خروج النجاسة مؤثر فی زوال الطهارة شرعا وهذا القدر فی الاصل معقول ای عُقل فی الاصل وهو الخارج من السبيلين ان زوال الطهارة عنده انما هو بسبب انه نجس

متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ ہر جلد کے نیچے خون ہے اور وہ جب تک اپنی جگہ رہے اسے نجاست کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۱) امام برہان الملۃ والدین ہدایہ میں فرماتے ہیں، خروج نجاست، زوال طہارت میں مؤثر ہے مگر یہ کہ خروج ایسی جگہ جسے حکمِ تطہیر لاحق ہے بہنے ہی سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پوست ہٹنے سے نجاست اپنی جگہ ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ بادی (ظاہر ہونے والی) ہوگی خارج نہ ہوگی۔ سبیلین کا حال اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ جگہ نجاست کی جگہ نہیں تو ظاہر ہونے سے ہی منتقل اور خارج ہونے پر استدلال ہوگا اھ۔

(۲) اسی کے مثل اس سے نقل کرتے ہوئے مستخلص میں ہے

(۳) امام فقیہ النفس شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فرماتے ہیں، حدث، خارج نجس کا نام ہے، اور خروج سیلان ہی سے متحقق ہوتا ہے۔ الخ۔

(۴) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں، خروج نجاست شرعاً زوال طہارت میں مؤثر ہے۔ اتنی مقدار اصل میں معقول ہے یعنی اصل جو خارج سبیلین ہے اس سے متعلق یہ بات عقل سے سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے پائے جانے کے وقت زوال طہارت اسی سبب سے ہے

[1] الہدایۃ کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹

[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان

خارج من البدن اذلم یظھر لکونه من خصوص السبیلین تاثیر وقد وجد فی الخارج من غیرھما فیتعدی الحکم الیه فالاصل الخارج من السبیلین وحکمه زوال طھارة یوجبھا الوضوء، وعلته خروج النجاسة من البدن و الفرع الخارج النجس من غیرھما وفیه المناط فیتعدی الیه زوال الطھارة[1] اھ۔

کہ وہ بدن سے نکلنے والی ایک نجاست ہے کیونکہ خاص سبیلین سے خارج ہونے کا کوئی اثر کہیں ظاہر نہ ہوا۔ اور یہ سبب غیر سبیل سے نکلنے والی چیز میں بھی موجود ہے تو حکم وہاں بھی پہنچے گا ـــ تو اصل خارج سبیلین ہے ـــ حکم اس طہارت کا ختم ہوجانا جو وضو سے ثابت ہوتی ہے۔ علت، نجاست کا بدن سے نکلنا ـ فرع، غیر سبیلین سے نکلنے والی نجس چیز ـ اور اس پر مدار ہے تو زوال طہارت یہاں بھی متعدی ہوجائے گا اھ۔

ومثله فی البحر الرائق[4] وفیه ایضا النقض بالخروج وحقیقته من الباطن الی الظاھر و ذلك بالظھور فی السبیلین یتحقق[2] وفی غیرھما بالسیلان الی موضع یلحقه التطھیر لان بزوال القشرة تظھر النجاسة فی محلھا فتکون بادیة لاخارجة[3] اھ۔

(۵) اسی کے مثل البحر الرائق میں بھی ہے ـ اور اس میں یہ بھی ہے "نقض خروج سے ہوتا ہے اور اس کی حقیقت باطن سے ظاہر کی طرف نکلنا ہے ـ یہ بات سبیلین کے اندر ظہور سے متحقق ہوتی ہے اور غیر سبیلین میں ایسی جگہ بہنے سے جسے حکم تطہیر لاحق ہے ـ اس لئے کہ پوست ہٹنے سے نجاست اپنی جگہ نظر آتی ہے تو وہ ظاہر کہلائے گی خارج نہ ہوگی ـ اھ ـ

وفی الفتح[6] والحلیة[7] والغنیة[8] والبحر والطحطاوی[9] والشامی جمیع الادلة المورودة من السنة والقیاس تفید تعلیق النقض بالخارج النجس[5] اھ۔

(۶ تا ۹) فتح القدیر، حلیہ، غنیہ، بحر، طحطاوی اور شامی میں ہے، سنت اور قیاس سے لائی جانے والی تمام دلیلیں یہی افادہ کرتی ہیں کہ وضو ٹوٹنا خارج نجس سے وابستہ رہے گا اھ۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹
[2] " " " " " ۱/۳۹
[3] " " " " " ۱/۳۸ و ۳۹
[4] البحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲
[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

وفی الغنیة اذا زالت بشرة کانت الرطوبة بادیة لامنتقلة ولا تکون منتقلة الا بالتجاوز والسیلان۔

غنیہ میں ہے: جب جلد ہٹ جائے تو رطوبت نمایاں ہوگی وہ منتقل ہونے والی نہ ہوگی۔ منتقل تو تجاوز اور سیلان ہی سے ہوگی اھ۔

وفی تبیین[10] الامام الزیلعی "الخروج انما یتحقق بوصوله الی ما ذکرنا لان ما تحت الجلدة مملوء دما فبالظهور لایکون خارجا بل بادیا وهو فی موضعه اھ[2]"۔

(۱۰) امام زیلعی کی تبیین الحقائق میں ہے: خروج اس جگہ پہنچنے ہی سے متحقق ہوگا جو ہم نے بیان کی، اس لئے کہ زیر جلد حصہ، خون سے بھرا ہوا ہے تو صرف ظہور سے وہ خارج نہ ہوگا بلکہ اپنی جگہ رہتے ہوئے دکھائی دینے والا ہوگا۔ اھ۔

وفی المحیط[11] ثم الدرر[12] "حد الخروج الانتقال من الباطن الی الظاهر وذٰلك یعرف بالسیلان من موضعه اھ[3]"۔

(۱۱-۱۲) محیط پھر درر میں ہے: خروج کی تعریف، باطن سے ظاہر کی طرف منتقل ہونا، اور اس کی شناخت اپنی جگہ سے بہہ جانے سے ہوگی اھ۔

وفی شرح[13] للامام صدر الشریعة "المعتبر الخروج الی ما هو ظاهر البدن شرعا اھ[4]"۔

(۱۳) امام صدر الشریعہ کی شرح وقایہ میں ہے: اعتبار اس جگہ نکلنے کا ہے جو شرعاً ظاہر بدن ہے۔ اھ

وقال الامام[14] النسفی فی متن الکنز "ینقضه خروج نجس منه اھ[5]"۔

(۱۴) امام نسفی، متن کنز الدقائق میں فرماتے ہیں: ینقضه خروج نجس منه اھ — اس سے کسی نجس کا نکلنا وضو توڑ دے گا۔

واستحسنه فی جامع[15] الرموز فقال "حق العبارة ناقضه خروج

(۱۵) جامع الرموز میں اسے پسند کیا اور کہا حق عبارت یہ ہے: ناقضه خروج

---

[1] غنیة المستملی شرح منیة المصلی — فصل فی نواقض الوضوء — سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱
[2] تبیین الحقائق — کتاب الطہارت — دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۴۸
[3] درر الحکام — بحوالہ المحیط — میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
[4] شرح الوقایة — کون السائل الی ما یطهر ناقضا — مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۷۱
[5] کنز الدقائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷

النجس[1] اھ۔

وقال السید[16] جلال الدین فی الکفایۃ "لایتحقق الخروج الا بالسیلان لان تحت کل جلدۃ رطوبۃ فاذا زالت کانت بادیۃ لاخارجۃ کالبیت اذا انہدم کان الساکن ظاہرا لامنتقلا عن موضعہ[2] اھ"۔

وقال العلامۃ[17] الاکمل فی العنایۃ "خروج النجس من بدن الانسان الحی ینقض الطہارۃ کیفما کان عندنا وھو مذھب العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اھ[3]"۔

وفیہا ایضا شرط التجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطہیر احترازا عما یبدو ولم یخرج ولم یتجاوز فانہ لایسمی خارجا فکان تفسیرا للخروج وردا لما ظن زفر ان البادی خارج[4] اھ۔

وقد صرح[18] المولٰی بحر العلوم نفسہ فی ذلک الکتاب انہ ثبت ان علۃ انتقاض الطہارۃ خروج النجاسۃ

النجس، ناقضِ وضو نجس کا نکلنا ہے اھ۔

(۱۶) سید جلال الدین کرلانی کفایہ میں فرماتے ہیں، "خروج بغیر بہنے کے متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ ہر جلد کے نیچے رطوبت ہے جب جلد ہٹ جائے تو رطوبت ظاہر ہوگی خارج نہ ہوگی ۔۔۔ جیسے گھر گرجائے تو اندر رہنے والا ظاہر ہوگا اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوگا"۔اھ

(۱۷) علامہ اکمل الدین بابرتی عنایہ میں فرماتے ہیں: "زندہ انسان کے بدن سے نجس چیز کا نکلنا ہمارے نزدیک جس طرح بھی ہو ناقضِ طہارت ہے اور یہی عشرۂ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اھ

اسی میں یہ بھی ہے: جسے حکم تطہیر لاحق ہے اس جگہ تجاوز کی شرط اس صورت سے احتراز ہے جب نجس صرف نمودار ہو، نہ نکلے، نہ آگے بڑھے کیونکہ اُسے خارج نہیں کہا جاتا۔ تو یہ شرط خروج کی تفسیر اور امام زفر کے اس گمان کی تردید ہے کہ ظاہر ہونے والا، نکلنے والا ہے اھ۔

(۱۸) خود مولانا بحر العلوم نے اسی کتاب میں صراحت کی ہے کہ ثابت ہوگیا کہ طہارت ٹوٹنے کی علت خروجِ نجاست ہے تو جو نجاست بھی خارج ہوگی

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارۃ مکتبۃ الاسلامیۃ گنبدِ قاموس ایران ۱/۳۴
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸
[3] العنایۃ شرح الہدایۃ مع فتح القدیر کتاب الطہارۃ " " " ۱/۳۲
[4] " " " " " " " " "

فكلما خرج من النجاسة ينقض الطهارة اهـ[1]

ومن نظر الى تظافر هذه النصوص ايقن ان خروج النجس الى ظاهر البدن اذا تحقق لا يتوقف بعده ثبوت الحدث وان تحققه في غير السبيلين يحصل بانتقال ما عن موضعه لا يشترط فيه ان يكون ذراعا او شبرا مثلاً ولذلك لما ظهر لمحمد فيما روى عنه ان بالعلو على راس الجرح يحصل انتقال الدم من مكانه حكم بالنقض من دون توقيف على انحدار ايضا فضلا عن اشتراط امتداد مسافة واصحابنا جعلوا راس الجرح من مكانه فما دام عليه ولم يجاوزه لم ينتقل من مكانه وان انتقل من تحت۔

قال في الدرر عن المحيط بعد ما قدمنا وحد السيلان ان يعلو فينحدر عن راس الجرح هكذا فسر ابو يوسف لانه ما لم ينحدر عن راس الجرح لم ينتقل عن مكانه فان ما يوازى الدم من اعلى الجرح

ناقض طہارت ہوگی اھ۔

جو ان نصوص کی کثرت اور باہمی موافقت دیکھے گا اس بات کا یقین کرے گا کہ ظاہر بدن کی طرف نجس چیز کا خروج جب متحقق ہو جائے تو اسکے بعد حدث کا ثبوت کسی اور بات پر موقوف نہیں رہتا۔ اور یہ بھی یقین کرے گا کہ غیر سبیلین میں خروج کا تحقق اپنی جگہ سے کچھ ہٹ جانے سے ہو جاتا ہے اس میں یہ شرط نہیں کہ ایک ہاتھ یا ایک بالشت ہو، مثلاً — اسی لئے — جیسا کہ روایت ہے — جب امام محمد پر ظاہر ہوا کہ سر زخم پر چڑھنے سے خون کا اپنی جگہ سے منتقل ہونا حاصل ہو جاتا ہے تو انھوں نے وضو ٹوٹنے کا حکم کر دیا۔ نیچے ڈھلکنے پر بھی موقوف نہ رکھا — کسی مسافت میں پھیلنے کی شرط لگانا تو دور کی بات ہے — اور ہمارے اصحاب نے سر زخم کو اس کی جگہ قرار دیا ہے جب تک خون اس پر رہے اور تجاوز نہ کرے تو وہ اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوا اگرچہ نیچے سے اوپر گیا ہے۔

درر میں محیط کے حوالہ سے سابقاً نقل کردہ عبارت کے بعد ہے: اور سیلان کی حد یہ ہے کہ اوپر جا کر سر زخم سے ڈھلک آئے، امام ابو یوسف نے اسی طرح تفسیر فرمائی۔ اس لئے کہ جب تک سر زخم سے نہ اُترے وہ اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوا اس لئے کہ خون کے مقابل زخم کا بالائی حصہ خون ہی

---

[1] رسائل الارکان کتاب الطہارۃ بیان نواقض الوضوء مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶

مکانہ اھ[1]۔

فالورم المنبسط المنفجر من اعلاہ اذا انحدر القیح من راسہ تحقق الخروج والانتقال والسیلان قطعا لامحل فیہ لارتیاب فما ھی الاعبارۃ عن معنی واحد، ولن یسبقن الی وھم احد ان الورم ان استوعب ید انسان من کتفہ الی رسغہ فانفجر من اعلی الکتف وجعل الدم یثج ثجا حتی ملأ الکتف ثم العضد ثم المرفق ثم الساعد لم یکن کل ھذا خروجا حتی یتجاوز الی الکف۔

وعدم[ف] لحوق حکم التطھیر عند العذر ظاھر المنع، بل قد لحق وتاخر طلب ایقاعہ بالفعل حتی یزول ولذا اذا زال ظھر فکان من باب الوجوب لانعقاد السبب وتأخر وجوب الاداء، بخلاف داخل العین فانہ من باطن البدن شرعا فی باب التطھیر من کل وجہ لم یلحقہ

کی جگہ ہے اھ۔

تو پھیلا ہوا ورم جو اوپر سے پھوٹ جائے جب پیپ اس کے سر سے نیچے اُتر آئے تو خروج، انتقال اور سیلان قطعاً متحقق ہو گیا جس میں کسی شک شبہہ کی گنجائش نہیں کہ یہ سب ایک ہی معنیٰ سے عبارت ہیں ــــ اور ہرگز کسی کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ ورم اگر کسی انسان کے ہاتھ میں شانے سے گٹّے تک کے حصے کو گھیرلے پھر شانے کے اوپر سے پھُوٹے اور خون تیزی سے بہنے لگے یہاں تک کہ شانہ بھر جائے پھر بازو پھر کہنی پھر کلائی بھی بھر جائے ان سب کے باوجود خروج ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ خون تجاوز کر کے ہتھیلی پر آجائے۔

عذر کے وقت حکم تطہیر لاحق نہیں، اس پر منع ظاہر ہے۔ یہ ہمیں تسلیم نہیں بلکہ حکم لاحق ہے مگر عذر ختم ہونے تک بالفعل اسے عمل میں لانے کا مطالبہ مؤخر ہو گیا ہے۔ اسی لئے جب عذر ختم ہو جائے تو حکم ظاہر ہوتا ہے تو یہ اس باب سے ہوا کہ سبب متحقق ہونے کی وجہ سے وجوب ثابت ہے ــــ اور وجوبِ ادا مؤخر ہے اور داخل چشم کا معاملہ ایسا نہیں اس لئے کہ باب تطہیر میں وہ ہر طرح شرعاً باطن بدن سے شمار ہے

ف: تطفل ۱۳ اُخرعلی الحلیۃ وابن مالک فی اُخرین۔

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارۃ بیان نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

قط حکم التطھیر ولن یلحقہ ابدا مابقی فکیف یقاس علیہ ماکان ظاھر البدن قطعاً حسًّا وشرعًا ثم اعتری معترٍ اٰخر عنہ حکم اداء التطھر موقتا لوقت البرء ام کیف یجعل العارض کاللازم والحادثُ عن قریبٍ الزائل عما قلیل کاللازب المستمر۔

وثانیا[۴۴] انما المنقول عن ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنہم شیئان: اما النقض بمجرد العلو علی راس الجرح وان لم ینحدر کما روی عن محمد والیہ مال الامام محمد بن عبداللہ وعلیہ مشی فی مجموع النوازل والفتاوی النسفیۃ وجعلہ فی الوجیز اقیس وفی الدرایۃ اصح۔ واما بالانحدار عن راس الجرح وھو المعتمد وعلیہ الفتوی ولم ینقل عن احد منھم قط ان الانحدار عن الراس ایضا لایکفی للنقض مالم یجاوز سطح ورم

اسے کسی وقت نہ حکمِ تطہیر لاحق ہوا اور نہ ہرگز کبھی لاحق ہوگا جب تک کہ وہ باقی ہے۔ پھر اس پر اس کا قیاس کیسے ہوسکتا ہے جو حسًّا اور شرعًا قطعی طور پر ظاہرِ بدن ہے پھر اس پر کوئی عارض درپیش ہوا جس نے اچھے ہونے تک کے لئے عارضی طور پر تطہیر کو عمل میں لانے کا حکم مؤخر کردیا ــــ یا عارض کو لازم کی طرح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اور جلد ہی رُونما ہونے والے کچھ دیر بعد زائل ہونے والے کو ہمیشہ لگے رہنے والے کی طرح کیسے کہا جاسکتا ہے!

ثانیا ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول دو ہی چیزیں ہیں:

(۱) یا تو محض سرِ زخم پر چڑھ جانے سے وضو ٹوٹ جانا اگرچہ نیچے نہ اُترے ــ جیسا کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ــ اسی کی طرف امام محمد بن عبداللہ مائل ہوئے، اسی پر مجموع النوازل اور فتاوٰی نسفیہ میں چلے ہیں، اسی کو وجیز میں زیادہ قرینِ قیاس اور درایہ میں اصح کہا ہے۔

(۲) یا سرِ زخم سے نیچے اُتر آنے پر وضو ٹوٹنے کا حکم ہے ــ یہی معتمد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے ــ اور ان حضرات میں کسی سے یہ کبھی بھی منقول نہیں کہ وضو ٹوٹنے کے لئے سرِ زخم سے نیچے اتر آنا بھی کافی نہیں جب تک کہ ورمِ زخم کی پوری سطح سے

ف: تطفّل[۴۴] ثالث علیہم۔

الجرح کلہ قدر ذراع کان او اکثر۔ بل قد نطقت کتب المذھب قاطبۃ بان مجرد الانحدار عن الراس کاف فی النقض۔

تجاوز نہ کر جائے وہ ایک ہاتھ ہو یا زیادہ۔ بلکہ تمام تر کتبِ مذہب ناطق ہیں کہ سرِ زخم سے محض ڈھلک آنا وضو ٹوٹنے کے لئے کافی ہے۔

وھذا محرر المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ قائلا فی جامعہ الصغیر[1] محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فی نفطۃ قشرت فسال منھا ماء او دم او غیرہ عن راس الجرح نقض الوضوء وان لم یسل لم ینقض[1] اھ۔

(۱) یہ ہیں محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جو جامع صغیر میں فرماتے ہیں، محمد راوی یعقوب سے وہ ابوحنیفہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہم ـــ اس آبلہ کے بارے میں جس کا پوست ہٹا دیا گیا تو اس سے پانی یا خون یا اور کچھ سرِ زخم سے بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نہ بہا تو نہ ٹوٹے گا اھ۔

قال[2] الامام الاجل قاضی خان فی شرحہ والسیلان ان ینحدر عن راس الجرح وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکثر من راس الجرح انتقض والصحیح ما قلنا[2] اھ۔

(۲) امام اجل قاضی خان اس کی شرح میں فرماتے ہیں، بہنا یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے۔ اور امام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ جب سرِ زخم پھول جائے اور سرِ زخم سے زیادہ ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا اھ۔

وفی محیط[3] الامام السرخسی ثم النھر ثم الھندیۃ[3] حد السیلان ان یعلو فینحدر عن راس الجرح[3] اھ۔

(۳ تا ۵) امام سرخسی کی محیط پھر نہر پھر ہندیہ میں ہے، بہنے کی تعریف یہ ہے کہ اوپر جاکر سرِ زخم سے ڈھلک آئے اھ۔

وفی جواھر[6] الفتاوی للامام الکرمانی فی الباب الثانی المعقود لفتاوی الامام جمال الدین البزدوی اما التی تخرج من غیر سبیلین ان وقفت ولم تتعد عن راس۔

(۶ و ۷) امام کرمانی کی جواہر الفتاوٰی کے باب دوم میں ہے جو امام جمال الدین بزدوی کے فتاوٰی کے لئے خاص کیا گیا ہے: "وہ جو غیر سبیلین سے نکلے اگر ٹھہر جائے اور سرِ زخم سے تجاوز نہ کرے

---

[1] الجامع الصغیر للامام محمد کتاب الطہارۃ باب ما ینقض الوضوء الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۷
[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان
[3] الفتاوی الہندیۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰

الجرح فطاهرة [1] اھ۔

ثم اطال فی بیان حکمة الفرق (ف) بین الخارج والبادی ملخصه ان البادی الکائن تحت الجلدة ھو الذی انتقل عن طبیعة الدم الی طبیعة اللحم وانتھی نضجه غیر انه لم ینجمد بخلاف السائل۔

وفی شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی ثم ایضاح الاصلاح لابن کمال باشا [2] قال اصحابنا اذا خرج وسال عن رأس الجرح نقض الوضوء، وقال زفر ینقضه سال اولم یسل وقال الشافعی لاینقضه سال اولم یسل اھ۔

وفی الخلاصة [3] ان خرج من قرح به دم او صدید او قیح فسال عن راس الجرح نقض عندنا اھ۔

وفی المنیه [4] ان سال عن رأس الجرح ینتقض وان لم یسل لاینتقض وتفسیر السیلان ان ینحدر عن رأس الجرح اھ۔

تو پاک ہے۔" اھ

پھر خارج اور ظاہر کے درمیان فرق کی حکمت تفصیل سے بیان کی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زیر جلد پایا جانے والا ظاہر وہی ہے جو خون کی طبیعت سے گوشت کی طبیعت کی طرف منتقل ہوگیا اور جس کے پکنے کا عمل پورا ہوگیا ہے مگر وہ ابھی منجمد نہیں ہوا اور سائل ایسا نہیں ہوتا۔

(۸ و ۹) امام اسبیجابی کی شرح طحاوی پھر ابن کمال پاشا کی ایضاح الاصلاح میں ہے: ہمارے اصحاب نے فرمایا: جب خون نکلے اور سرِ زخم سے بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور امام زفر فرماتے ہیں وضو ٹوٹ جائے گا بہے نہ بہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں نہیں ٹوٹے گا بہے یا نہ بہے اھ۔

(۱۰) خلاصہ میں ہے، اگر پھوڑے سے خون، پیپ یا پانی نکل کر سرِ زخم سے بہہ جائے تو ہمارے نزدیک ناقض ہے اھ۔

(۱۱) منیہ میں ہے، اگر سرِ زخم سے بہہ جائے تو ناقض ہے، اور نہ بہے تو ناقض نہیں۔ اور بہنے کی تفسیر یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے اھ۔

ف: حکمة الفرق بین السائل والبادی۔

---

[1] جواہر الفتاوی | کتاب الطہارۃ | الباب الثانی | (قلمی فوٹو کاپی) | ص ۶

[2] ایضاح الاصلاح

[3] خلاصۃ الفتاوی | کتاب الطہارۃ | الفصل الثالث | المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ | ۱/ ۱۵

[4] منیۃ المصلی | ″ | بیان نواقض الوضوء | مکتبہ قادریہ لاہور | ص ۹۰

وفی صدر الشریعۃ[12] "اذا سال عن رأس الجرح علم انه دم انتقل من العروق فی هذه الساعة وهو الدم النجس اما اذا لم یسل علم انه دم العضو اھ[1]" یشیر الی الحکمة التی ذکرها الامام جمال الدین۔

(۱۲) صدر الشریعہ کی شرح وقایہ میں ہے: جب سرِ زخم سے بہہ گیا تو معلوم ہُوا کہ وہ ایسا خون ہے جو اسی وقت رگوں سے منتقل ہوا، اور وہ ناپاک خون ہے۔ لیکن جب نہ بہے تو معلوم ہوگا کہ وہ عضو کا خون ہے اھ ___ اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے جو امام جلال الدین نے بیان کی۔

وفی جواهر الاخلاطی[13] ان سال عن رأس الجرح نقض والا لا والسیلان الانحدار عن رأس الجرح اھ[2]۔

(۱۳) جواہر الاخلاطی میں ہے: اگر سرِ زخم سے بہہ جائے تو ناقض ہے ورنہ نہیں۔ اور بہنا سرِ زخم سے نیچے اتر آنا ہے اھ۔

وقال صاحب السراج نفسه فی الجوهرة النیرة "حد التجاوز ان ینحدر عن رأس الجرح واما اذا علا ولم ینحدر لاینقض اھ[3]"

(۱۴) خود صاحبِ سراج وہاج، جوہرہ نیرہ میں لکھتے ہیں: "تجاوز کی حد یہ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے اتر آئے لیکن اوپر چڑھے اور نیچے نہ ڈھلکے تو ناقض نہیں" اھ

وهذا هو الموافق لما تقدم ان المعنی الخروج وظهوره بالانتقال فاذن لا اری هذا القیل الا مستحدثا بعد ائمتنا علی خلاف ما یعطیه کلامهم جمیعا وعلی خلاف اطلاقات المتون وعامة الکتب المعتمدة وعلی خلاف ما هو قضیة جمیع الادلة الموردة من السنة و

اور یہی اس کے مطابق ہے جو گزرا کہ مقصود خروج ہے اور اس کا ظہور انتقال سے ہوتا ہے۔ تو ان سب کی روشنی میں، میں یہی سمجھتا ہُوں کہ یہ قول (پھیلے ہوئے پورے ورم کی حد پار کرنا ضروری ہے) ہمارے ائمہ کے بعد پیدا ہوا ہے جو ان سب حضرات کے مضمونِ کلام کے برخلاف ہے، متون اور عامۂ کتبِ معتمدہ کے اطلاقات کے خلاف ہے، اور سنت وقیاس سے لائی جانے والی تمام دلیلوں

---

[1] شرح الوقایۃ کتاب الطہارۃ نجاسۃ الدم المسفوح الخ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۷۵
[2] جواہر الاخلاطی " نواقض الوضوء (قلمی) ص ۷
[3] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۸

القیاس کما علمت۔

وثالثا ف۱ مع قطع النظر عن کل ذٰلک ھذا یشبہ فرض محال فقد قدمنا عن الفتح والبحر والغنیۃ ان التطھیر یعم الطھارۃ من الخبث ومعلوم انہ یکون بکل مائع طاھر قالع ولایشترط فیہ شدۃ الاسالۃ بل تکفی الازالۃ ولو بثلٰث خرق مبلولۃ وفی الدر "تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا اھ" ۱ ولا اعلم ورما یضرہ المسح بخرقۃ بلت بعرق یناسبہ بل ربما ینفع فلعلہ فرض لایقع۔

رابعا ان لزم صلوحہ ف۲ لطلب ایقاع التطھیر بالفعل فاذا کان بالانسان والعیاذ باللہ ما یضرہ اصابۃ الماء فی شیئ من بدنہ فھذا ان افتصد لایکون حدثا وان اصابتہ شجۃ فی رأسہ

کے تقاضے کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا۔

ثالثا ان سب سے قطع نظر یہ گویا فرض محال ہے اس لئے کہ ہم فتح القدیر، البحرالرائق اور غنیہ کے حوالے سے بیان کر آئے ہیں کہ تطہیر نجاست حقیقیہ سے طہارت کو بھی شامل ہے۔ اور معلوم ہے کہ یہ تطہیر ہر بہنے، پاک اور زائل کرنیوالی چیز ہوجاتی ہے اور اس میں تیزی سے بہانا شرط نہیں۔ بلکہ زائل کرنا کافی ہے اگرچہ تین بھگوئے ہوئے پارچوں ہی سے ہوجائے۔ درمختار میں ہے: "انگلی اور پستان جو نجس ہے اسے کسی وجہ سے تین بار چاٹ لینے پر طہارت ہوجاتی ہے اھ"۔ میں نہیں جانتا کہ ایسا کوئی ورم ہوگا جسے اس کے مناسب عرق سے بھگوئے ہوئے پارچے سے پونچھنا ضرر دیتا ہو بلکہ ایسا تو نفع بخش ہی ہوگا تو شاید یہ ایسا مفروضہ ہے جو وقوع میں آنے والا نہیں۔

رابعا اگر یہ ضروری ہے کہ اس قابل ہو کہ بالفعل تطہیر کو عمل میں لانے کا مطالبہ ہو تو جب انسان کو۔ پناہ بخدا ۔ ایسی کوئی بیماری ہو جس کی وجہ سے اس کے جسم کے کسی حصے میں پانی لگنا مضر ہو، یہ شخص اگر فصد لگوائے تو حدث نہ ہو، اور اگر اس کے سر میں چوٹ

۱؎ درالمختار باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۳

ف۱: تطفل رابع علی الحلیۃ والارکان۔ ف۲: تطفل خامس علی الحلیۃ وابن ملک ومن معھما

فسال الدم من قرنه الى قدمه فهو على وضوئه ولم يتنجس بهذه الدماء الفوارة بدنه ولا ثيابه بل لو اخذ غيره تلك الدماء ولطخ بها ثوبه كان صبغا طيبا طاهرا لان ما ليس بحدث ليس بنجس، ولو كان المرض باحد شقيه فان خرج من الشق السليم دم قدر رأس ذباب بطل وضوؤه وان افتصد من الشق الماؤف وخرج الدم ارطالا لم يضر وهو طاهر مع انه هو الدم المسفوح وهذا كله غير معقول ولا منقول ولا متجه ولا مقبول، فلا مرية عندي ان المراد كل ما هو ظاهر البدن شرعا وان تأخر طلب ايقاع تطهيره بالفعل الى زوال عذر۔

لگ جائے جس سے خون اس کے سر سے پاؤں تک بہے جب بھی وہ باوضو رہے۔ اور اس جوش مارتے ہوئے خون سے نہ اس کا بدن نجس ہو نہ کپڑا، بلکہ اگر کوئی دوسرا بھی اسے لے کر اپنے کپڑے میں لگالے تو اچھا خاصا پاک و پاکیزہ رنگ ہو، اس لئے کہ جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں — اگر اس کی دونوں جانبوں میں سے ایک میں بیماری ہو ایسی صورت میں تندرست جانب میں مکھی کے سر برابر خون نکل آئے تو اس کا وضو باطل ہو جائے اور ماؤف جانب اگر فصد لگوائے اور کئی رطل خون نکل آئے تو کچھ نہ بگڑے وہ پاک ہی رہے جب کہ یہ بہتا ہوا خون ہے — یہ سب نہ معقول ہے نہ منقول، نہ باوجہ نہ مقبول، تو میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ مراد یہ ہے کہ ہر وہ جو شرعاً ظاہر بدن ہو اگرچہ بالفعل زوال عذر تک اس کی تطہیر عمل میں لانے کا مطالبہ مؤخر ہو گیا ہو۔

ورحم الله العلامة ابن كمال باشا حيث قال في الايضاح سال الى ما يطهر اى الى موضع يجب ان يطهر بالغسل او مسح عند عدم عذر شرعي لابد من هذا التعميم حتى ينتظم الموضع الذي سقط عنه حكم التطهير بعذر اهـ[1] وتبعه السيد العلامة الطحطاوي في حاشية

خدا کی رحمت ہو علامہ ابن کمال پاشا پر وہ ایضاح میں فرماتے ہیں: "سال الی ما یطھر" یعنی ایسی جگہ بہے جسے دھونا یا مسح کرنا عذر شرعی نہ ہونے کے وقت واجب ہو، یہ تعمیم ضروری ہے تاکہ حکم اس جگہ کو بھی شامل رہے جس سے کسی عذر کی وجہ سے حکم تطہیر ساقط ہو گیا ہے اھ — ان کی پیروی علامہ سید طحطاوی نے بھی حاشیہ مراقی الفلاح

[1] فتح المعين کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

مراقی الفلاح والعلامۃ الفہامۃ نوح افندی لما نقل ما نقل عن المشکلات عقبہ بقولہ لکن قال بعض المحققین یرید ابن کمال فنقل کلامہ ثم قال وھذا مخالف لما فی المشکلات ولعل الحق ھذا[1] اھ۔

میں کی اور علامہ فہامہ نوح آفندی نے جب منقولہ عبارتِ مشکلات نقل کی تو اس کے بعد یہ بھی فرمایا: لیکن بعض محققین — مراد ابن کمال پاشا — نے فرمایا، پھر ان کی عبارت نقل کی۔ پھر فرمایا یہ اُس کے برخلاف ہے جو مشکلات میں ہے، اور امید ہے کہ حق یہی ہے اھ۔

اقول اولاً بل[ف۱] لك ان تقول فرق بین السقوط والتأخر کما علمت بل ان سقط لعذر فحقیقۃ[عہ] السقوط تعقب الثبوت فذلك یقرر اللحوق ویؤکدہ کما لا یخفی۔

اقول اولاً بلکہ آپ کو یہ فرمانا چاہیے کہ ساقط ہونے اور مؤخر میں فرق ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوا، بلکہ اگر عذر کی وجہ سے ساقط ہوا تو سقوط کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ثبوت ہو تو یہ حکم طہارت لاحق ہونے کو اور ثابت و مؤکد کرتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

وثانیاً لعبارۃ[ف۲] المشکلات وجہۃ تنجیہا عن المشکلات فانہا فی الجرح وسیأتی بالشرح فلا تتعین للمخالفۃ۔

ثانیاً عبارتِ مشکلات کی ایک صورت ہے جو اسے مشکلات سے نجات دینے والی ہے کیونکہ وہ زخم سے متعلق ہے اور زخم کی تفصیل آگے آرہی ہے تو اس میں مخالفت متعین نہیں۔

ھذا ما یتحقق بمسألۃ الورم وما بنیت علیہ واما مسئلۃ الجرح **فاقول** یظھر للعبد الضعیف

یہ مسئلہ ورم سے متعلق ہے اور وہ جس پر میں نے بنیاد رکھی تھی۔ اب رہا **مسئلۂ زخم**، **فاقول** بندۂ ضعیف کو یہ سمجھ میں آتا ہے —

ف۱: تطفل علی العلامۃ ابن کمال باشا۔

عہ ای حقیقتہ الرفع وان اطلق علی الدفع ۱۲ منہ۔

ف۲: تطفل علی العلامۃ نوح افندی۔

عہ یعنی اس کی حقیقت حکم کا اٹھالینا ہے اگرچہ دفع کرنے پر بھی اطلاق ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

والله تعالٰی اعلم ان[ف۱] الجرح المنبسط له ثلث صور:

اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے ۔ کہ پھیلے ہوئے زخم کی تین صورتیں ہیں:

الاولٰی ان یکون انبساطه فی الباطن فقط تفجر راسه وعلٰی سائرہ جلدۃ ولو متورمة۔

پہلی صورت یہ کہ اس کا پھیلاؤ صرف اندر ہے، اس کا سرا پھٹا ہوا ہے اور باقی زخم پر جلد ہے اگرچہ ورم زدہ ہے۔

والثانیة بسیط منبسط علی ظاهر البدن لکنه دقیق لاعرض له فلا یظهر للنظر الاکخط او خیط۔

دوسری صورت یہ کہ زخم ظاہر بدن پر بسیط اور پھیلا ہوا ہے لیکن پتلا سا ہے جس میں بڑائی نہیں نگاہ کو کسی خط یا دھاگے سا معلوم ہوتا ہے۔

والثالثة بسیط عریض ظاهر غورہ مرئی قعرہ۔

تیسری صورت یہ کہ بسیط وعریض ہے جس کا عمق ظاہر ہے گہرائی نظر آرہی ہے۔

فباطن[ف۲] الاول باطن قطعا حسًّا وشرعًا فان اختلف الدماء فی باطنه لم یضر وکان کنزول البول الی قصبة الذکر وھذا ما قدمنا عن الدر المختار من قوله والا لاکما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج[1] اھ۔

تو پہلے زخم کا باطنی حصہ قطعاً باطن ہے حسًّا بھی شرعاً بھی ۔ تو اگر اس کے باطن میں خون آئے جائے ہوں تو کوئی ضرر نہ ہوگا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے ذکر کی نالی میں پیشاب اتر آنا۔ اسی کو ہم نے پہلے درمختار کے حوالے سے بیان کیا کہ "ورنہ نہیں جیسے وہ جو آنکھ یا زخم یا ذکر کے اندرونی حصے میں بہے اور باہر نہ آئے" اھ۔

ولایبعد ان یحمل علیه ما مر عن الشامی عن السراج عن الینابیع

اور بعید نہیں کہ اسی پر اسے بھی محمول کرلیا جائے جو شامی کے حوالے سے، سراج پھر ینابیع سے

ف۱: تحقیق المصنف فی اقسام الجرح المنبسط واحکامها۔

ف۲: **مسئلہ**: زخم اگر جسم کے اندر دور تک پھیلا ہو صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے گہراؤ میں خون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔

---

[1] الدر المختار کتاب الطهارة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵

فقولہ السائل علی الجراحۃ اذا لم یتجاوز ای الذی فار من قعرھا و سال فی غورھا وعلا علی رأسھا و لم یتجاوز الرأس لیوافق السراج خلاصۃ نفسہ الناصۃ ان حد التجاوز ان ینحدر عن رأس الجرح کما تقدم ولاشک ان محمدا روی عنہ فی ھذہ النقض وان الماخوذ عدمہ فصح کل ما ذکر السراج، وان علت رأسہ ثم انحدرت فلا اشک فی انتقاض الوضوء وان لم یتجاوز سطح الورم لوجود الانحدار من الرأس الذی ھو ناقض باجماع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

واظن الثانی ایضا کذٰلک فان الاتصال وان تفرق ولم تبق جلدۃ تسترہ لکن لدقتہ لایظھر غورہ للنظر الا ان یفرق الجانبان بعمل الید بالقبض

نقل ہوا ۔ تو ان کی عبارت "السائل علی الجراحۃ اذا لم یتجاوز" کا معنی یہ کہ جو جراحت کی تہہ سے اُبلا ، اس کی گہرائی میں بہا ، اس کے سرے پر چڑھا اور سرے آگے نہ بڑھا — تاکہ سراج اور خود اسی کے خلاصے میں موافقت ہو جائے جس میں یہ صراحت موجود ہے کہ تجاوز کی حد یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے جیسا کہ عبارت گزری — اور شک نہیں کہ امام محمد سے اس صورت میں ایک روایت وضو ٹوٹنے کی بھی ہے اور مختار نہ ٹوٹنا ہے تو وہ سب درست ہوگیا جو سراج نے ذکر کیا — اور اگر خون سرِ زخم کے اوپر جائے پھر ڈھلک آئے تو وضو ٹوٹنے میں مجھے کوئی شک نہیں اگرچہ سطح ورم سے تجاوز نہ کرے کیونکہ سرے سے ڈھلکنا پا لیا گیا جو ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک بالاجماع ناقض ہے۔

میں سمجھتا ہوں دوسری صورت کا حکم بھی اسی طرح ہے — اس لئے کہ ملاپ اگرچہ ختم ہوگیا ، اور اسے چھپانے والی کوئی جلد نہ رہی لیکن باریک ہونے کی وجہ سے اس کی گہرائی نظر پر ظاہر نہیں ہوتی ، مگر جب کہ دونوں کناروں کو مثلاً ہاتھ سے

ف : مسئلہ زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دور تک پھیلا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی طرح دراز و باریک ہے کہ اس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اُسی محض اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں او اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں ، اور اگر اس کے بالائی کنارے سے اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے نہ بڑھے۔

والجبن مثلا و مثل هذا لا یجعل الباطن ظاهرا کما تقدم فی الفرج والشرج فکان کباطنهما بل باطن صماخ الاذن فی البطون مع عدم غطاء من فوق، فما سال فیه ولم یظهر فانما یسیل فی الباطن وما ظهر فان علا ولم ینحدر لم ینقض علی المفتی به ولو علا علی سطح الجرح کله لعدم تحقق الانحدار، وهذا المحمل اقرب من الاول لعبارۃ السراج والینابیع، اما اذا انبع الدم علی راسه فقط ثم انحدر منه سائلا علی سطحه فلا شك انه لعدم العرض فی الجراحة یأخذ شیئا من الجسم الصحیح ایضا من جنبیها فیتحقق التجاوز الی البدن الصحیح ایضا ولا یبقی محل للامتراء فی انتقاض الطہر.

واما الثالث ف فمجال نظر فان الغور الذی ظهر کان من باطن

سمیٹ کر اور کھینچ کر الگ الگ کیا جائے، اور ایسی صورت باطن کو ظاہر نہ کر دے گی، جیسا کہ فرج اور کنارہ مقام براز سے متعلق گزرا، تو اس کا باطن ان ہی دونوں کے باطن کی طرح ہے بلکہ اوپر سے کوئی پردہ نہ ہوتے ہوئے چھپا ہُوا ہونے میں سوراخ گوش کے باطن کی طرح ہے — تو اس میں جو خون بہے اور ظاہر نہ ہو وہ باطن ہی میں بہنے والا ہے۔ اور جو ظاہر ہو اگرچہ اوپر چڑھا اور نیچے نہ اُترا تو قول مفتٰی بہ پر ناقض نہیں اگرچہ پوری سطحِ زخم کے اوپر چڑھ جائے کیونکہ نیچے ڈھلکنا متحقق نہ ہوا۔ سراج اور ینابیع کی عبارت کے لئے یہ محمل پہلے سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن جب خون صرف سرِ زخم پر اُبل کر آئے پھر اس سے اس کی سطح پر بہتا ہوا ڈھلکے تو جراحت میں عرض نہ ہونے کی وجہ سے بلاشبہہ وہ اس کے دونوں کناروں سے صحت مند جسم کا کچھ حصہ بھی لے لے گا تو بدنِ صحیح تک بھی تجاوز متحقق ہو جائے گا اور طہارت ٹوٹنے میں کوئی جائے شک باقی نہ رہے گی۔

لیکن تیسری صورت تو وہ "جولان گاہِ نظر ہے" اس لئے کہ گہرائی جو ظاہر ہوگئی ہے یہ قطعاً پہلے

ف: **مسئلہ** کُھلا ہوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے ظاہر یہ ہے کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے، اگر اس کے اندر خون وغیرہ اُبلے کر اس کے کناروں تک آجائے اسکے صرف بالائی حصے پر اُبل کر اس کے اندر اندر بہے باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائے گا نہ وہ خون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دورہ کر رہا ہے۔

البدن قطعا واذا ظهر ظهر ولم يتناوله
حكم التطهير بعد فعسى ان يكون
باقيا على حكمه الاصلی حتى يبرء
فينزل عليه حكم التطهير ويلتحق
بالظاهر شرعا ايضا كما التحق حسا
وحينئذ يكون سيلان الدم
فيه سيلانا فی الباطن، ويؤيده
ما تقدم عن الدرر عن
المحيط ان مايوازی الدم
من اعلى الجرح مكانه فقضيته
ان لو نبع الدم فيه حتى
وازی حرفه من كل جانب
لم يضر لانه علو لا انحدار فيلزمه
ان لو نبع فی اعلاه ثم انحدر
فيه ولم يجاوزه لم ينقض
لانه منتقل فی مكانه لا عن
مكانه[1]، وكان هذا هو
ملحظ ما فی المشكلات و
خزانة الروايات ولا ينافيه ما
فی النهر والسراج و ط على المراقی
ان فائدة ذكر الحكم دفع
ورود داخل العين و باطن
الجرح اذ حقيقة التطهير

باطن بدن میں شامل تھی، اور جب ظاہر ہوئی تو
اس حالت میں ظاہر ہوئی کہ ابھی اسے حکمِ تطہیر
شامل نہیں تو شاید یہ اپنے اصلی حکم پر (باطن بدن
ہونے پر) باقی رہے، یہاں تک کہ زخم اچھا
ہوجائے تو اس پر حکمِ تطہیر وارد ہو اور یہ ظاہر
شرعی میں شامل ہوجائے جیسے بروقت ظاہر حسی میں
شامل ہے ___ ایسی صورت میں اس کے اندر
خون بہنا باطن میں بہنا ہے اس کی تائید اس
کلام سے ہوتی ہے جو بحوالہ دُرر محیط سے نقل ہوا
کہ زخم کے بالائی حصے سے جو خون کے مقابل ہے
وہ خون ہی کی جگہ ہے ___ تو اس کا تقاضا یہ ہے
کہ اگر اس میں خون اُبل کر ہر طرف سے اس کے
کنارے کے مقابل ہوگیا تو مضر نہ ہو اس لئے کہ
یہ بڑھنا ہے ڈھلکنا نہیں ___ اس پر لازم آتا ہے
کہ اگر بالائی حصے میں اُبلے پھر اس کے اندر ہی ڈھلک
آئے اور اس سے باہر تجاوز نہ کرے تو ناقض نہ ہو
اس لئے کہ وہ اپنی جگہ کے اندر منتقل ہونے والا
ہے اپنی جگہ سے منتقل ہونے والا نہیں ___ گویا
یہی مشکلات اور خزانۃ الروایات کی عبارت کا مطمح نظر
ہے۔ اور نہر، سراج اور طحطاوی علی مراقی الفلاح
کی یہ عبارت اس کے منافی نہیں: اس حکم کو
بیان کرنے کا فائدہ داخل چشم اور باطن زخم سے
وارد ہونے والے اعتراض کا دفعیہ ہے اس لئے

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

فیھا ممکنۃ و انما الساقط حکمہ[1] اھ فلیس
ظاھرا فی جعلہ ظاھرا الا ظاھرا (ای حسا ۱۲) و
ھو ظاھر بخلاف ما کان ظاھرا ثم
عرض عارض فانہ لا یخرجہ عن
الخروج الی الدخول کما علمت
فلیس فیہا ان کل ما لا یطلب
تطھیرہ بالفعل لعذر فالسیلان
علیہ لا یضر کما اوھم بعض
وافھم بعض۔

وبالجملۃ ما کان ظاھرا لا یصیر
بالعذر باطنا کما افاد ابن الکمال
وما کان باطنا لعلہ لا یصیر
ظاھرا ما لم ینزل علیہ حکم
التطھیر کما یفھم من المشکلات
وخزانۃ الروایات او النھر والینابیع وطحطاوی
المراقی ورد المحتار ایضا۔

فھذا ما یتراءی لی ویحتاج
الی زیادۃ تحریر فمن ظفر بہ
من کلمات العلماء فلیسعفنا بالاطلاع
علیہ لعل اللہ یحدث بعد
ذلک امرا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔

کہ حقیقتِ تطہیر ان دونوں میں ممکن ہے صرف
حکمِ تطہیر ساقط ہے اھ — یہ عبارت بجز ظاہر
حسی کے اُسے ظاہر بدن قرار دینے میں ظاہر
نہیں اور ظاہر حسی ہونا تو ظاہر ہے — بخلاف اس کے
جو پہلے ظاہر بدن تھا پھر اس پر کوئی عارض در آیا،
کہ یہ اسے خروج سے نکال کر دخول میں نہ ملائے گا۔
جیسا کہ معلوم ہوا — تو مشکلات میں یہ نہیں کہ
ہر وہ جس کی تطہیر بالفعل کسی عذر کی وجہ سے مطلوب
نہیں تو اس پر خون بہنا مضر نہیں — جیسا کہ بعض نے
اس کا وہم پیدا کیا اور بعض کی عبارت سے مفہوم ہوا

مختصر یہ کہ جو پہلے ظاہر تھا وہ عذر کی وجہ سے
باطن نہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ ابن کمال نے افادہ
فرمایا اور جو باطن تھا امید یہی ہے کہ وہ ظاہر
نہ ہو جائے گا جب تک کہ اس پر حکمِ تطہیر وارد نہ ہو۔
جیسا کہ مشکلات اور خزانۃ الروایات سے مفہوم ہوتا
ہے یا نہر، ینابیع، طحطاوی علی المراقی اور ردالمحتار
سے بھی۔

یہ وہ ہے جو مجھے سمجھ میں آتا ہے اور اس میں
مزید تنقیح کی ضرورت ہے جسے کلماتِ علماء سے
دستیاب ہو وہ ہمیں مطلع کر کے حاجت روائی کرے
شاید اس کے بعد خدا کوئی اور امر ظاہر فرمائے۔ اور
طاقت و قوت نہیں مگر برتری و عظمت والے خدا
ہی سے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۸۶

السادس تقدم ان الدم فی مجلس یجمع وھی الروایة الدائرة فی الکتب اجمع لکن قال الامام الاجل برھان الملة والدین صاحب الھدایة رحمه الله تعالٰی فی کتابه مختارات النوازل فی فصل النجاسة الدم اذا خرج من القروح قلیلا قلیلا غیر سائل فذاك لیس بمانع وان کثر وقیل لوکان بحال لو ترکه لسال یمنع اھ[1]۔

تنبیہ ششم: گزر چکا کہ ایک مجلس میں تھوڑا تھوڑا چندبار آنے والا خون جمع کیا جائے گا ــ یہی وہ روایت ہے جو تمام کتابوں میں متداول ہے۔ لیکن امام اجل برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی نے مختارات النوازل، فصل النجاستہ میں لکھا ہے: "پھوڑے سے خون جب تھوڑا تھوڑا نکلے، بہنے والا نہ ہو، تو وہ مانع نہیں اگرچہ زیادہ ہوجائے اور کہا گیا کہ اگر اس کی یہ حالت رہی ہو کہ چھوڑ دیا جاتا تو بہتا، تو وہ مانع ہے" اھ۔

ثم اعاد المسألة فی نواقض الوضوء فقال ولو خرج منه شیئ قلیل ومسحه بخرقة حتی لو ترك یسیل لاینقض وقیل الخ[2]۔

پھر نواقضِ وضو میں یہ مسئلہ دوبارہ لائے تو کہا: "اگر اس سے کچھ تھوڑا نکلے اور اسے کسی کپڑے سے پونچھ دے یہاں تک کہ اگر چھوڑ دیتا تو بہتا، تو ایسا خون ناقض نہیں، اور کہا گیا الخ"۔

فھذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقا لکنه متوغل فی الغرابة

تو یہ نہ جمع کئے جانے کے حکم کی مطلقاً ترجیح میں تصریح ہے ــ لیکن یہ قول انتہائی غرابت

ف: مسئلہ صاحبِ ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی دفعہ کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہ ہو اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہوجائے اصلاً ناقضِ وضو نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلافِ مشہور و مخالفِ جمہور ہے بے ضرورت اس پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خون یا ریم قلیل نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسہ واحدہ کا جمع کئے سے ہوجاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیق کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک نہ پہنچا اُس کے لئے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔

---

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ التاسعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۶۳

[2] شرح عقود رسم المفتی " " " " " ۱/۴۹

حتی قال العلامة الشامی لم ار من سبقه الیه ولا من تابعه علیه بعد المراجعة الکثیرة فهو قول شاذ قال ولکن صاحب الهدایة ف اما جلیل من اعظم مشائخ المذهب من طبقة اصحاب التخریج والتصحیح فیجوز للمعذور تقلیده فی هذا القول عند الضرورة فان فیه توسعة عظیمة لاهل الاعذار قال وقد کنت ابتلیت مدة بکی الحمصة ولو اجد ما تصح به صلاتی علی مذهبنا بلا مشقة الا علی هذا القول فاضطررت الی تقلیده ثم لما عافانی الله تعالٰی منه اعدت صلاة تلک المدة ولله تعالٰی الحمد اھ هذا کلامه فی شرح منظومته فی رسم المفتی[2] وقال فی الفوائد المخصصة صاحب الهدایة من اجل اصحاب

رکھتا ہے یہاں تک کہ علامہ شامی نے فرمایا کہ بہت مراجعت اور جستجو کے باوجود مجھے کوئی ایسا نظر نہ آیا جس نے ان سے پہلے یہ قول کیا ہو، اور نہ ان کے بعد کوئی ملا جس نے اس قول میں ان کی متابعت کی ہو — تو وہ ایک شاذ قول ہے۔ (آگے فرمایا) لیکن صاحب ہدایہ اعظم تر مشائخ مذہب میں سے امام جلیل، اصحابِ تخریج و تصحیح کے طبقہ سے ہیں۔ تو وقتِ ضرورت معذور کے لئے اس قول میں ان کی تقلید روا ہے اس لئے کہ عذر والوں کے لئے اس میں بڑی وسعت ہے — کہتے ہیں، میں ایک مدت تک آبلوں کی بیماری میں مبتلا تھا اور ایسی صورت نہ پاتا تھا جس میں ہمارے مذہب کے مطابق میری نماز بلا مشقت درست ہو سکے، سوا اس قول کے تو مجبوراً میں نے اس کی تقلید کی — پھر جب اللہ تعالٰی نے مجھے اس سے عافیت بخشی تو اس مدت کی نمازوں کا میں نے اعادہ کیا — وللہ تعالٰی الحمد اھ — یہ علامہ شامی کا وہ کلام ہے جو رسم المفتی میں اپنے منظومہ کی شرح میں انھوں نے لکھا۔ اور فوائد مخصصہ میں لکھتے ہیں، صاحب ہدایہ بزرگ تر

ف : صاحب الهدایة امام جلیل من ائمة التخریج والترجیح یجوز تقلیده۔

---

[1] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۴۹

الترجیح فیجوز للمبتلی تقلیدہ لان فیماذکرناہ مشقۃ عظیمۃ فجزاہ اللہ تعالٰی خیرالجزاء حیث اختیار التوسیع والتسہیل الذی بنیت علیہ ھذہ الشریعۃ الغراء السہلۃ السمحۃ اھ[1]۔

اصحابِ ترجیح سے ہیں تو مبتلا کے لئے ان کی تقلید جائز ہے اس لئے کہ جو ہم نے ذکر کیا اس میں بڑی مشقت ہے تو خدائے تعالٰی انھیں جزائے خیر بخشے کہ وہ توسیع و تسہیل اختیار کی جس پر اس روشن، سہل، آسان شریعت کی بنیاد رکھی گئی۔ اھ۔

اقول جوز الامام الکبیر العلم الشہیر الخصاف تزویج الوکیل موکلتہ بغیبتہا من دون تسمیتہا قال[ف1] الامام شمس الائمۃ السرخسی الخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ فقال فی البحر[ف2] المختار فی المذھب خلاف ماقالہ الخصاف وان کان الخصاف کبیرا[2] اھ، وفی الدر عن تصحیح القدوری الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع[3]۔

اقول امام کبیر، علمِ شہیر خصاف نے جائز قرار دیا ہے کہ وکیل اپنی موکلہ کا نکاح اس کی غیر موجودگی میں اس کا نام لئے بغیر کردے۔ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا، خصاف علم میں بزرگ تھے ان کی اقتداء ہوسکتی ہے۔ اس پر بحر میں فرمایا: مذہب میں مختار اس کے برخلاف ہے جو خصاف نے فرمایا اگرچہ خصاف بزرگ ہیں اھ۔ اور درمختار میں تصحیح قدوری کے حوالے سے ہے: قول مرجوح پر حکم اور فتوٰی جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے اھ۔

وفی عدۃ رد[ف3] المحتار التقلید

ردالمحتار کے باب العدۃ میں ہے، تقلید

ف1: الخصاف کبیر فی العلم یجوز اقتداؤہ۔

ف2: العلم بما ھو المختار فی المذھب وان کان قائل خلافہ اماما کبیرا۔

ف3: تقلید الغیر عند الضرورۃ وان جاز بشروطہ فلعمل نفسہ اما الافتاء فلا یکون الا فی الراجح فی المذھب۔

---

[1] الفوائد المخصصۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ التاسعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۲

[2] البحرالرائق کتاب النکاح فصل لابن العم ان یزوج الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۳۷

[3] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

وان جاز بشرطه فهو للعامل لنفسه لا للمفتی لغیرہ فلا یفتی بغیر الراجح فی مذھبہ[1] اھ

اگرچہ جائز ہے مگر اس کے لئے جو خود عمل کرنے والا ہے، اس کے لئے نہیں جو دوسرے کو فتوٰی دینے والا ہے، وہ اس پر فتوٰی نہ دے گا جو اس کے مذہب میں غیر راجح ہو اھ۔

نعم للمبتلی فیہ مافیہ من ترفیہ وھو ایسر[ف۱] لہ من تقلید الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فان النجاۃ من التلفیق شأو سحیق، وباللہ التوفیق۔

ہاں اس میں مبتلا کے لئے راحت وآسانی ہے اور یہ اس کے لئے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقلید سے زیادہ سہل ہے اس لئے کہ تلفیق سے نجات حاصل کرنا دور کی راہ ہے، وباللہ التوفیق۔

السابع قولھم[ف۲] مالیس بحدث لیس بنجس قضیۃ نفیسۃ مفیدۃ افادھا الامام قاضی الشرق والغرب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ وھی مذکورۃ کذلک فی متون المذھب وغیرھا وزاد الشراح نفی عکسھا فقالوا انھا لاتنعکس فلا یقال مالایکون نجسا لایکون حدثا کما فی الدرایۃ وغیرھا قال العلامۃ الشامی یرید بہ العکس المستوی لانہ جعل الجزء الاول ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالھما و

تنبیہ ہفتم: قول علماء: "مالیس بحدث لیس بنجس — جو حدث نہیں وہ نجس نہیں" ایک نفیس نفع بخش قاعدہ ہے جس کا افادہ قاضی شرق وغرب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ اور متون مذہب وغیرہا میں یہ اسی طرح مذکور ہے۔ شارحین نے اس کے عکس کی نفی کا اضافہ کیا اور فرمایا کہ اس کا عکس نہ ہوگا، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو نجس نہ ہوگا وہ حدث نہ ہوگا۔ جیسا کہ درایہ وغیرہا میں ہے۔ علامہ شامی نے کہا: "اس سے عکس مستوی مراد ہے کیونکہ وہ جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کردینے کا نام ہے اس طرح کہ صدق اور کیف اپنی حالت پر

ف۱: عند الضرورۃ تقلید قیل فی المذھب احسن من تقلید مذھب الغیر۔

ف۲: تحقیق قولھم مالیس بحدث لیس بنجس قضیۃ وعکسا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۲

عزاہ[1] للشیخ اسمعیل والد سیدی عبد الغنی النابلسی رحمهم الله تعالٰی۔

اقول هذه[ف1] زلة واضحة فانهم لو ارادوا به العکس المنطقی لکان نفیه نفی الاصل لان العکس من اللوازم ولم[ف2] یلتفت رحمه الله تعالٰی الی قوله نفسه مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیه بل الحق انهم انما یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وهو عکس الموجبة الکلیة کنفسها تقول کل حلال طاهر ولا عکس" ای لیس کل طاهر حلالا وهذا[ف3] معهود متعارف فی الکتب العقلیة ایضا تراهم یقولون ارتفاع العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلك وهذا اظهر من ان یظهر، ثم اختلف نظر الفاضلین

باقی رہیں"۔ اور اس کو سیدی عبد الغنی نابلسی کے والد شیخ اسمٰعیل رحمہم اللہ تعالٰی کی طرف منسوب کیا۔

اقول یہ کھلی ہوئی لغزش ہے۔ اس لئے کہ اگر عکس منطقی مراد ہوتا تو اس کی نفی سے اصل ہی کی نفی ہوجاتی اس لئے کہ عکس لازم قضیہ ہوتا ہے (اگر کوئی قضیہ ہے تو اس کا عکس بھی ضرور ہوگا) انھوں نے خود اپنے قول "مع بقاء الصدق ــــ اس طرح کہ صدق باقی رہے" کی طرف التفات نہ کیا۔ جب صدق باقی رہے گا تو اس کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ ــــ بلکہ حق یہ ہے کہ اس طرح کے مقامات میں عکس عرفی کی نفی مراد لیتے ہیں۔ وہ یہ کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ ہو۔ آپ کہتے ہیں کل حلال طاھر و لاعکس، ای لیس کل طاھر حلالا ــــ ہر حلال پاک ہے اور اس کا عکس نہیں، یعنی ہر پاک حلال نہیں۔ یہ کتب عقلیہ میں بھی معہود و متعارف ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ کہتے ہیں ارتفاعِ عام ارتفاعِ خاص کو مستلزم ہے (عام نہ ہوگا تو خاص بھی نہ ہوگا) اور اس کا عکس نہیں ــــ نفی لازم نفی ملزوم کو مستلزم ہے اور اس کا عکس نہیں ــــ اس کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ اور یہ اتنا

ف۱: تطفل علی الشیخ اسمعیل النابلسی العلامۃ ش۔ ف۲: تطفل اٰخر علیهما۔

ف۳: الفرق بین العکس المنطقی والعرفی وان العرفی معروف حتی فی الکتب العقلیة والمنطقیة۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۵

البرجندی والشیخ اسمٰعیل فی کیف هذہ القضیة فجعلہا البرجندی موجبة وشارح الدرر سالبة۔

ظاہر ہے کہ محتاج اظہار نہیں — پھر فاضل برجندی اور شیخ اسمٰعیل کے درمیان اس قضیہ کی کیفیت (ایجاب سلب) میں اختلاف نظر ہوا۔ برجندی نے اسے موجبہ قرار دیا اور شارح درر نے سالبہ ٹھہرایا۔

فی شرح النقایة مالیس بحدث لیس بنجس ای کل مالیس بحدث من الاشیاء الخارجة من السبیلین وغیرہما لیس بنجس ہذہ الکلیة السالبة الطرفین تنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل نجس من الاشیاء المذکورة حدث ولایستلزم ذٰلک ان یکون کل حدث نجسا وھٰذہ الکلیة لوجعلت متعلقة بمباحث القئ لکان لہ وجہ و سلمت عن توہم الدور[1] اھ مختصرًا۔

شرح نقایہ میں ہے، مالیس بحدث لیس بنجس۔ ای کل مالیس بحدث من الاشیاء الخارجة من السبیلین وغیرہما لیس بنجس — یعنی سبیلین اور غیر سبیلین سے نکلنے والی چیزوں میں سے ہر وہ جو حدث نہیں وہ نجس نہیں — اس سالبة الطرفین کلیہ کا عکس نقیض یہ ہوگا۔ کل نجس من الاشیاء المذکورة حدث۔ مذکورہ اشیاء سے ہر نجس حدث ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر حدث نجس ہو۔ اور یہ کلیہ اگر قے کے مباحث کے متعلق کردیا جاتا تو اس کی ایک صورت ہوتی، اور دَور کے وہم سے سلامت رہتا اھ مختصرًا۔

اقول ویرد علیه **اولًا** ان الاشیاء المذکورة اعنی الخارجة من بدن المکلف انما ارید ت بما وھی من الموضوع دون المحمول فمن ان یأتی ھذا التقیید فی موضوع العکس وبدونه یبقی کاذبا فیکذب الاصل۔

اقول اس پر چند اعتراضات وارد ہوں گے **اولًا** اشیائے مذکورہ یعنی خارجہ من البدن المکلف، "ما" سے مراد لی گئیں اور ما موضوع کا جُز ہے محمول کا جُز نہیں — تو یہ قید عکس کے موضوع میں کہاں سے آجائے گی؟ — اور اگر یہ قید نہ ہو تو عکس کاذب ہوجائے گا تو اصل بھی کاذب ہوگی۔

وثانیًا لیس موضوع الاصل لیس

ثانیًا اصل کا موضوع "لیس بحدث"

---

[1] شرح النقایة للبرجندی کتاب الطہارة نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳

بحدث بل ما والمراد بها شیٔ مخصوص وھو الخارج من بدن المکلف فانما یؤخذ نقیضه بایراد السلب علی ما لا بحذفه من متعلق الموضوع و انتظر ما سنلقی من التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

نہیں بلکہ "ما" ہے۔ اور اس سے مراد ایک مخصوص چیز ہے ــــ یہ وہ ہے جو مکلف کے بدن سے نکلنے والی ہو ــــ تو اس کی نقیض "ما" ہی پر سلب کرلی جائے گی، یُوں کہ "ما" کو متعلق موضوع سے حذف کردیا جائے۔ اور اس کا انتظار کیجئے جو تحقیق ہم پیش کررہے ہیں۔ اور خدائے برتر مالکِ توفیق ہے۔

وثالثا تحریر[ف۱] **مما تقرر ان** السلب لیس جزء الموضوع فکیف تکون سالبة الطرفین۔

ثالثا تقریر سابق سے واضح ہوا کہ سلب جزءِ موضوع نہیں تو یہ سالبۃ الطرفین کیسے ہوگا؟

وقال فی رد المحتار ما ذکرہ المصنف قضیة سالبة کلیة لا مھملة لان[ف۲] ما للعموم وکل ما دل علیه فھو سور الکلیة کما فی المطول وغیرہ فتنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل نجس حدث لانه جعل نقیض الثانی اولا ونقیض الاول ثانیا مع بقاء الکیف والصدق بحاله وتمامه فی شرح الشیخ اسمٰعیل[۱] اھ۔

علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا: مصنف نے جو ذکر کیا قضیہ سالبہ کلیہ ہے، مہملہ نہیں، اس لئے کہ "ما" عموم کے لئے ہے اور جو بھی عموم پر دلالت کرے وہ کلیہ کا سور ہوجائے گا جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے۔ تو اس کا عکس نقیض یہ ہوگا کل نجس حدث ہر نجس حدث ہے۔ اس لئے کہ عکس نقیض کی تعریف یہ ہے: نقیض ثانی کو اول، اور نقیض اول کو ثانی کرنا اس طرح کہ صدق اور کیف اپنے حال پر باقی ہو اس کی تکمیل شیخ اسمٰعیل کی شرح میں ہے اھ۔

اقول رحم اللہ العلامتین

اقول دونوں حضرات شارح درر اور

ف۱: تطفل علی العلامة البرجندی۔

ف۲: کل ما دل علی العموم کما ومن فھو سور الکلیة۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب الطھارۃ نواقضِ وضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۵

شارحی الدرر والدرر لوکانت القضیۃ سالبۃ۔ ف۱

فاولا لن تظہر کلیتہا بکون ما من صیغ العموم بل وان کان ہناک لفظۃ **کل** مکان ما فان ما او کلا یکون فی الموضوع ویرد السلب علی ثبوت المحمول لہ فیفید سلب العموم لاعموم السلب ولذا نصوا ان لیس کل سور السالبۃ الجزئیۃ۔

ف۲

وثانیا علی فرض کلیتہا کیف تنعکس کلیۃ والسوالب انما تنعکس بعکس النقیض جزئیۃ علی دین الموجبات فی العکس المستقیم۔

ف۳ **وثالثا** اعجب منہ ایراد الموجبۃ فی عکسہا مع انہما رحمہما اللہ تعالٰی قد ذکرا بانفسہما شرط بقاء الکیف ویخطر ببالی واللہ تعالٰی اعلم سقوط لفظۃ المحمول بعد قولہ سالبۃ من قلم احدہما اوقلم الناسخین وکان اصلہ قضیۃ سالبۃ المحمول کلیۃ فاذن تکون موجبۃ وتندفع الایرادات الثلثۃ جمیعا۔

شارح درر پر خدا کی رحمت ہو —— اس کلام پر چند اعتراض ہیں:

اول اگر قضیہ سالبہ ہو تو اس کی کلیت "ما" کے صیغۂ عموم ہونے سے ہرگز ظاہر نہ ہوگی بلکہ اگر یہاں "ما" کی جگہ لفظ **کل** ہو۔ اس لئے کہ ما یا کل موضوع میں ہوگا اور سلب موضوع کیلئے محمول کے ثابت ہونے پر وارد ہوگا تو سلب عموم (نفی کلیت) کا فائدہ دے گا عموم سلب (کلیت نفی) کا نہیں۔ اسی لئے لوگوں نے تصریح کی ہے کہ "**لیس کل**" سالبہ جزئیہ کا سور ہے۔

دوم فرض کرلیا جائے کہ وہ کلیہ ہے تو اس کا عکس کلیہ کیسے آئے گا جب کہ سالبات کا عکس نقیض جزئیہ ہوتا ہے جیسے موجبات کا عکس مستوی جزئیہ ہوتا ہے۔

سوم اس سے عجیب تر یہ کہ سالبہ مان کر اس کا عکس موجبہ لیا باوجودے کہ دونوں حضرات نے کیف باقی رہنے کی شرط خود ہی ذکر کی ہے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے —— واللہ تعالٰی اعلم —— کہ لفظ سالبہ کے بعد لفظ محمول دونوں حضرات میں سے کسی کے قلم سے یا نقل کرنے والوں کے قلم سے ساقط ہوگیا ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے: "قضیہ سالبۃ المحمول کلیہ ہے۔ اس صورت میں یہ موجبہ ہوگا۔ اور تینوں اعتراضات دفع ہوجائیں گے۔

ف۱: **تطفل** ثالث علی الشیخ النابلسی وش۔

ف۲: **تطفل** رابع علیہما

ف۳: **تطفل** خامس علیہما

اقول لکن اذن یرد **اولاً** ماورد علی البرجندی ثانیا **وثانیاً** ینازع فی صدق العکس فرب نجس لیس بحدث کالاعیان النجسۃ الغیر الخارجۃ من بدن مکلف۔

ھذا ما یحکم بہ جلی النظر و علیہ فالوجہ ما **اقول** تحتمل القضیۃ الایجاب والسلب الکلیین جمیعاً اما الاول فیجعل ما للعموم والسلب الاخیر جزء المحمول والاول جزء متعلق الموضوع لانفسہ لما علمت فتکون موجبۃ کلیۃ معدولۃ المحمول فقط لا سالبۃ الطرفین والمراد بما کما علمت الخارج من بدن المکلف فیکون حاصلہا کل خارج من بدن مکلف غیر حدث فہو لانجس وقولنا غیر حدث حال من خارج ای ماخرج منہ ولم ینقض طہرا والاٰن تنعکس بعکس النقیض موجبۃ کلیۃ قائلۃ ان کل نجس فہو لاخارج غیر حدث ای لیس بالخارج الذی لاینقض بہ الطہارۃ ای لایجتمع فیہ الوصفان فان خرج نقض ولابد وان لم ینقض لم یکن

اقول لیکن اب **اولاً** وہ اعتراض وارد ہوگا جو برجندی پر ثانیاً وارد ہوا، **ثانیاً** عکس کے صادق ہونے میں نزاع ہوگا کہ بہت سے نجس، حدث نہیں ہیں، جیسے وہ نجس اعیان جو مکلف کے بدن سے نکلنے والے نہیں۔

یہ وہ ہے جس کا فیصلہ بہ نظرِ جلی ہوتا ہے۔ اس بنا پر وجہ درست وہ ہے **جو میں کہتا ہوں** قضیہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ دونوں بن سکتا ہے ——

اوّل اس طرح کہ "ما" عموم کے لئے رکھیں، سلب اخیر کو جزو محمول بنائیں، اور سلب اول کو بسبب معلوم خود موضوع کا نہیں بلکہ متعلقِ موضوع کا جُز بنائیں تو موجبہ کلیہ معدولۃ المحمول ہوگا، سالبۃ الطرفین نہ ہوگا۔ اور جیسا کہ معلوم ہُوا "ما" سے مراد وہ ہے جو بدن مکلف سے خارج ہو —— تو حاصلِ قضیہ یہ ہوگا: کل خارج من بدن مکلفٍ غیرِ حدثٍ، فھو لا نجس (ہر وہ جو بدنِ مکلّف سے خارج ہو اس حال میں کہ حدث نہ ہو تو وہ لانجس ہے) لفظ غیر حدث، لفظ خارج سے حال ہے یعنی جو بدن سے نکلے اس حال میں کہ ناقضِ طہارت نہ ہو۔ اب اس کا عکس نقیض یہ موجبہ کلیہ ہوگا کل نجس فھو لاخارج غیرِ حدث یعنی ہر نجس لاخارج غیر حدث ہے۔ یعنی جو نجس ہے وُہ ایسا خارج نہیں جس سے طہارت نہ ٹوٹے، یعنی اس میں دونوں وصف جمع نہ ہونگے، اگر خارج ہوگا تو ناقض ہونا ضروری ہے۔ اور اگر

30

خارجا من بدن المكلف وبالعكس المستوى موجبة جزئية بعض اللانجس خارج منه غيرحدث وهو ايضا صادق قطعا كالدمع والعرق والدم القليل۔

ناقض نہ ہوگا تو بدن مکلف سے خارج نہ ہوگا — اور اس کا عکس مستوی یہ موجبہ جزئیہ ہوگا۔ بعض اللانجس، خارج منه غيرحدث (بعض لانجس، بدن سے اس حال میں خارج ہیں کہ حدث نہیں) یہ بھی قطعاً صادق ہے جیسے آنسو، پسینہ، قلیل خون۔

واما الثانی فبتحصیل الطرفین ومالیست للعموم بل نکرة بمعنی شیٔ دخلت فی حیز النفی فعمت واذن یکون الحاصل لاشیٔ من الخارج منه غیرحدث نجسا وینعکس بعکس النقیض سالبة جزئیة لیس بعض اللانجس لاخارجا منه غیرحدث وبورود السلب علی لاخارج یعود الی الاثبات فیؤل المعنی الی قولنا بعض مالیس نجسا خارج من بدن المکلف غیر حدث وبالمستقیم سالبة کلیة لاشیٔ من النجس خارجا منه غیرحدث ووجوه صدقه ما قدمنا۔

دوم اس طرح کہ طرفین محصلہ ہوں، اور "ما" عموم کے لئے نہیں بلکہ نکرہ بمعنی شیٔ ہو جو حیز نفی میں داخل ہوا تو عام ہوگیا، اس صورت میں حاصل یہ ہوگا: لاشیٔ من الخارج منه غیرحدث، نجسا (بدن سے نکلنے والی اس حال میں کہ حدث نہ ہو کوئی بھی چیز نجس نہیں) اس کا عکس نقیض یہ سالبہ جزئیہ ہوگا۔ لیس بعض اللانجس، لاخارجا منه غیرحدث (بعض لانجس، غیر حدث ہونے کی حالت میں لاخارج نہیں) لاخارج پر سلب وارد ہونے سے اثبات کی طرف لوٹ جائے گا، تو معنی کا مآل یہ ہوگا: بعض مالیس نجسا خارج من بدن المکلف غیرحدث (بعض وہ جو نجس نہیں بدن مکلف سے غیر حدث ہونے کی حالت میں خارج ہے) — اور عکس مستقیم یہ سالبہ کلیہ ہوگا: لاشیٔ من النجس خارجا منه غیرحدث (کوئی نجس، غیر حدث ہوتے ہوئے بدن سے خارج نہیں) اور اس کے صدق کی صورتیں وہی ہیں جو ہم نے پہلے بیان کیں۔

وبالجملة حاصل العکسین

بالجملہ دونوں وجہوں پر آنے والے دونوں

على الوجهين متعاكس فحاصل عكس النقيض على جعلها موجبة هو حاصل المستوى على جعلها سالبة و بالعكس هذا ما تحتمله العبارة، اما علماؤنا فانما ارادوا الوجه الاوّل اعنى الايجاب و لم يريدوا عكس النقيض بل المستوى لكن لا منطقيا بل عرفيا كما عرفت۔

عکسوں کا حاصل ایک دوسرے کا عکس ہوگا — موجبہ بنانے پر جو عکس نقیض کا حاصل ہے وہ سالبہ بنانے پر عکس مستوی کا حاصل ہے اور اس کے برعکس (سالبہ بنانے پر عکس نقیض کا حاصل موجبہ بنانے پر عکس مستوی کا حاصل ہے) — یہ وہ ہے جس کا عبارت میں احتمال ہے — لیکن ہمارے علماء نے وجہ اول یعنی ایجاب مراد لیا ہے اور عکس نقیض نہیں بلکہ عکس مستوی، وہ بھی منطقی نہیں، بلکہ عرفی مراد لیا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا۔

واما النظر الدقيق فاقول ان كانت القضية موجبة كما ارادوا فقد حكموا كليا على ما ليس بحدث بلا نجس فيجب ان يكون اللانجس مساويا للخارج غير حدث او اعم منه مطلقا و نقيض المتساويين متساويان و الاعم والاخص مطلقا مثلهما بالتعكيس فيجب ان يكون النجس مساويا للاخارج غير حدث او اخص منه مطلقا و اللاخارج غير حدث يصدق بوجهين ان لا يكون خارجا اصلا او يكون خارجا حدثا و النجس ان ابقى على ارساله يكون اعم منه

اب رہی نظر دقیق، فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگر قضیہ کلیہ ہو — جیسا کہ علماء نے مراد لیا — تو انھوں نے کلی طور پر، اس پر جو حدث نہیں ہے لانجس ہونے کا حکم کیا — (اور یہ کہا کہ ہر وہ جو خارج غیر حدث ہے وہ لانجس ہے) — تو ضروری ہے کہ لانجس، خارجِ غیر حدث کا مساوی ہو یا اس سے اعم مطلق ہو — اور متساوین کی نقیضیں متساوین ہوتی ہیں — اور اعم اخص مطلق کی نقیضیں ہی ہوتی ہیں مگر برعکس (یعنی اخص اعم مطلق) — تو ضروری ہے کہ لانجس کی نقیض نجس، خارج غیر حدث کی نقیض لاخارج غیر حدث کے مساوی ہو یا اس سے اخص مطلق ہو — اور لاخارج غیر حدث کا صدق دو طرح ہوگا، ایک یہ کہ سرے سے خارج ہی نہ ہو، دوسرے یہ کہ خارج ہو مگر حدث ہو۔ اور نجس اگر اپنے اطلاق پر (بلا قید) باقی رکھا جائے

لما بيّنا فى رسالتنا لمع الاحكام ان
قئ قليل الخمر والبول ليس
بحدث فيصدق عليه النجس و
لا يصدق اللاخارج غيرحدث
بل هو خارج غيرحدث فوجب ان
يراد بالنجس النجس بالخروج كما
حققنا ثمه وحينئذ يكون اخص
من اللاخارج غيرحدث فان كل
نجس بالخروج يصدق عليه
انه ليس بخارج غيرحدث
بل حدث ولا يصدق على
كل لاخارج غيرحدث انه نجس بالخروج
لجواز ان لا يكون خارجا اصلا
فاذن تؤل القضية الى قولنا
كل خارج من بدن المكلّف
غيرحدث فهو لا نجس بالخروج
وعكس نقيضها كل نجس بالخروج فهو
لاخارج منه غيرحدث واذا كان ذٰلك
كذٰلك انتفى الوجه الاول من مصداقى
اللاخارج غيرحدث لان النجس بالخروج
خارج لا شك فلم يبق الا ان
يكون خارجا حدثا والخروج
قد اعتبر فى الموضوع
فلا حاجة الى اعادته فى المحمول

اس سے اعم ہوگا۔ جس کی وجہ ہم نے اپنے رسالہ
لمع الاحکام میں بیان کی ہے کہ شراب اور
پیشاب کی قے قلیل حدث نہیں، تو اس پر نجس
صادق ہوگا اور لاخارج غیرحدث صادق نہ ہوگا،
بلکہ وہ خارج غیرحدث ہے — تو ضروری ہے
کہ نجس سے نجس بالخروج مراد ہو، جیسا کہ وہیں ہم
نے تحقیق کی ہے — اس صورت میں وہ لاخارج
غیرحدث سے اخص ہوگا۔ اس لئے کہ ہر نجس
بالخروج پر یہ صادق آئے گا کہ وہ خارج غیرحدث
نہیں بلکہ حدث ہے — اور ہر لاخارج غیرحدث
پر یہ صادق نہ ہوگا کہ وہ نجس بالخروج ہے۔ اس
لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سرے سے خارج ہی
نہ ہو۔ تو اب قضیہ کا مآل یہ ہوگا کہ "ہر وہ جو
بدن مکلّف سے خارج غیرحدث ہے تو وہ لانجس
بالخروج ہے" — اور اس کا عکسِ نقیض یہ
ہوگا، ہر وہ جو نجس بالخروج ہے وہ لاخارج
غیرحدث ہے اور یہ جب ایسا ہوگا تو لاخارج
غیرحدث کے دو مصداقوں میں سے پہلی صورت
منتفی ہوگئی — اس لئے کہ نجس بالخروج بلاشبہہ
خارج ہے تو صرف یہ صورت رہی کہ خارج
حدث ہو — اور خروج کا اعتبار موضوع میں
ہوچکا ہے تو اسے محمول میں دوبارہ لانے کی
کوئی ضرورت نہیں — تو خلاصۂ عکس یہ ہوگا
کہ ہر نجس بالخروج حدث ہے۔

فیخرج فذلکة العکس ان کل نجس بالخروج حدث فتبین ان فیه من این جاء التقیید بالاشیاء الخارجة من بدن المکلف فی موضوعه وکیف خرج السلب الوارد علی ما وعلی الحدث من محموله حتی لم یبق فیه الا لفظة حدث، فارتفع الایرادان معا عن البرجندی والشیخ اسمعیل جمیعا انما بقی الاخذ علی اخذها سالبة الطرفین وکانه رحمه اللّٰه تعالٰی نظر الی وجود السلب ولو فی المتعلق ولیس فیه کبیر مشاحة ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق۔

اس سے واضح ہوا کہ اس میں موضوع کے اندر "بدن مکلف سے نکلنے والی چیزوں" کی قید کہاں سے آئی، اور "ما" پر اور "حدث" پر وارد ہونے والا سلب اس کے محمول سے کیسے نکل گیا یہاں تک کہ صرف لفظ حدث رہ گیا ــــ تو برجندی اور شیخ اسمٰعیل سے دونوں اعتراض ایک ساتھ اُٹھ گئے ــــ صرف یہ مؤاخذہ رہ گیا کہ اسے سالبۃ الطرفین کیوں مانا، گویا برجندی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ دیکھا کہ سلب موجود ہے اگرچہ متعلق ہی میں ہے۔ اور اس میں کوئی بڑا حرج نہیں ــــ اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی مالکِ توفیق ہے۔

وکذٰلك ان کانت سالبة لابد ایضا من الحمل المذکور اذ لا شك ان المراد الکلیة لان المقصود اعطاء ضابطة فقد سلبت النجاسة کلیة عن الخارج غیر حدث فیکون النجس مباینا له ولا یباینه الا بارادة النجس بالخروج اذ لولاھا لکانت اعم لمسألة القئ الخمر المذکورة لکن مرادھم ھو الایجاب کما علمت۔

یُوں ہی اگر سالبہ ہو تو اس میں بھی حمل مذکور ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ مراد کلیہ ہے۔ اس لئے کہ مقصود ایک ضابطہ عطا کرنا ہے تو خارج غیر حدث سے نجاست کُلّی طور پر مسلوب ہوئی، تو نجس اس کا مباین ہوگا، اور مباین اسی صورت میں ہوگا جب نجس بالخروج مراد ہو اس لئے کہ اگر یہ مراد نہ ہو تو اعم ہو جائے گا جس کا سبب مذکورہ مسئلہ خمر ہے۔ لیکن ان کی مراد ایجاب ہی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا۔

اما قول البرجندی ھذہ الکلیة لو جعلت متعلقة بمباحث القئ

اب رہا برجندی کا یہ قول کہ اگر یہ کلیہ قے کے مباحث سے متعلق ہو تو اس کی ایک وجہ

لكان له وجه[1] اقول كيف وانهم جميعا انما يذكرونها تلو مسائل القئ و قوله سلمت عن توهم الدور[2] اقول وجهه ان اعطاء القضية انما هو ليكتسب علم عدم النجاسة من علم عدم الحدثية وعلم عدم الحدثية يتوقف على علم عدم النجاسة اذ لو كان نجسا لكان حدثا فيدور، وانما قال توهم لان العلم بعدم الحدثية يحصل بتصريح الفقه فالمراد كلما سمعتموه من علمائنا انه لاينقض الطهارة فاعلموا انه ليس بخروجه نجسا فانه لو نجسا دخل من خارج فهو طاهر وهذا ظاهر، وصلى الله تعالى على اطهر طيب واطيب طاهر، وعلى اٰله وصحبه الاطائب الاطاهر، والحمد لله رب العالمين في الاول و الاٰخر والباطن والظاهر۔

ہوگی اقول اس سے متعلق کیسے نہیں جبکہ سبھی حضرات اسے مسائل قے کے بعد متصلاً ہی ذکر کرتے ہیں — قول برجندی: دَور کے توہّم سے سلامت رہتا اقول اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ضابطہ اسی لئے ہے کہ حدث نہ ہونے کے علم سے نجس نہ ہونے کا علم حاصل ہوجائے۔ اور حدث نہ ہونے کا علم نجس نہ ہونے کے علم پر موقوف ہے — اس لئے کہ اگر نجس ہوگا تو حدث ہوگا تو دَور ہوگا — توہّم دَور اس لئے کہا کہ حدث نہ ہونے کا علم فقہ کی تصریح سے ہوتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ جب ہمارے علمائے سُنو کہ وہ ناقضِ طہارت نہیں تو جان لو کہ وہ اپنے خروج سے نجس نہیں۔ تو اگر وہ ایسا نجس نہیں جو خارج سے داخل ہُوا ہو تو وہ طاہر ہے اور یہ ظاہر ہے — اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے سب سے پاک طیّب اور سب سے پاکیزہ طاہر پر، اور ان کے اطیب واطہر آل واصحاب پر — اور تمام ترحمد اللہ تعالٰی کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، حمد شروع میں بھی آخر میں بھی اور باطن میں بھی اور ظاہر میں بھی۔

ولنتم هذا التحرير المنير المنفرد بهذا التحرير والتحبير الطراز المعلم فيما هو حدث من احوال الدم" ۱۳۲۴

اور ہم اس تحریر منیر کو جو اس تنقیح وتزیین میں منفرد ہے اَلطِّرَازُ الْمُعْلَمْ فِیْمَا ھُوَ حَدَثٌ مِّنَ الْاَحْوَالِ الدَّمْ (۱۳۲۴ھ)

---

[1] و [2] شرح النقاية للبرجندی کتاب الطهارة نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و اٰلہٖ وصحبہٖ وسلم، والحمد للہ علٰی ما علم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(نشان زدہ نقش خون کے ان احوال کے بیان میں جو حدث ہیں) سے موسوم کریں۔ اور خدائے برتر کا درود ہو ہمارے آقا، ان کی آل اور ان کے اصحاب پر اور سلامتی ہو۔ اور خدا کا شکر ہے اس پر جو اس نے تعلیم فرمایا۔ اور خدائے پاک برتر ہی کو خوب علم ہے۔ (ت)

(رسالہ الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم ختم ہوا)